# آگنی

"نادم سیتاپوری"

پبلشر: سلطان حسین

مکتبۂ سلطانی ابراہیم رحمتہ اللہ روڈ بمبئی ۳

پہلی مرتبہ .................... قیمت فی جلد دو روپیہ (علاوہ محصولڈاک)

(باہتمام سلطان حسین مالک مطبعِ سلطانی فائن آرٹ پریس بمبئی طبع شد)

مارچ ۱۹۴۶ء

سیّد نذر حسین نظرؔ، بی۔ اے، بریلوی کے نام

جسے ہم ولی سمجھتے جو نہ ......................!

"نادم سیتاپوری"

# فہرست

# فہرست

خطوط کی زبانی اکثر وہ بہت کچھ کہا اور سُنا جا سکتا ہے جسے کہنے کے لئے بسا اوقات زبان بیقرار اور سُننے کے لئے دل ۔ گوشش برآواز ،، نظر آتے ہیں۔

اگر پورے طور پر نہیں تو کم و بیش میں نے اس کی کوشش ضرور کی ہو کہ اس ،، منظر نامہ ،، کو الفاظ کا جامہ پہنا کر آپ کے سامنے پیش کر دوں جسے ہر وہ شخص کہیں نہ کہیں ضرور دیکھ لیتا ہے جہاں ایک رنگین ماحول سوسائٹی اور سماج بن کر جنم پا چکا ہے ۔ جہاں انسان کی تخیلی کائنات دنیا کے بنائے ہوئے مصنوعی فلسفوں اور نظریات کی گہرائیوں میں اُلجھ کر سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتیں کھو بیٹھتی ہے ۔ جہاں زندگی کی سسکتی ہوئی آواز مجلسی زاویوں میں پھڑ پھڑا رہی ہے ۔ اور ہم ایک کشمکش میں پڑ جاتے ہیں ـــ

،، خطوط قطعی طور پر ،، قلم برداشتہ ،، لکھے گئے ہیں جن کے پس منظر یا تو یہ کہنا چاہیئے کہ کوئی پلاٹ ہی نہ تھا اور اگر

کسی تصوراتی خاکے وجود کو بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی میرے ذہن کی اقتصادی و معاشی اُلجھنیں قطعی طور پر انہیں بُھلا چکی تھیں۔ سوائے اس کے کہ ۔ چند۔ بُرے یا بھلے ۔ کردار ۔ ایک بھولی ہوئی یاد بن کر کبھی کبھی ضرور سامنے آجاتے تھے جن کے صحیح خدّو خال پر غور کرنے کے لئے اکثر مجھے اپنے حافظے کی عمیق گہرائیوں میں کھو جانا پڑتا تھا۔ اس لئے تضاد و تکرار کی بہت سی بے ربط خامیاں آپ کو یقیناً نظر آئینگی جس پر مجھے کسی ۔ اجتہادانہ جہالت ۔ کا اِدعّا ہرگز نہیں ہے۔

اصلاحی اعتبار سے بھی شائد ان خطوط میں آپ کو کوئی ایسی بات نظر نہ آئے جس سے اس ۔ بے ربط ۔ پلاٹ کے خشک ہو جانیکا احتمال ہو اور نہ میرا طرزِ تحریر اب تک اس ۔ اعصابی ادب ۔ کے عبوری دور سے گذر سکا ہے جس کے لئے میں نوجوانوں کو یہ خطوط شب کی تاریکیوں میں پڑھنے کی دعوت دوں !

میری امکانی کوشش ہر وقت یہی رہی کہ اردو زبان و ادب میں سنجیدہ اور معیاری طنزیات کا جو فقدان موجود ہے۔ اس مشکل کو آسان طریقہ پر حل کرنے کی کوشش کروں اور شاید میں یہ عرض کرنے میں ۔ بلامبالغہ ۔ کہنے پر حق بجانب بھی ہوں گا کہ کافی حد تک میں اپنی اس کوشش میں ضرور کامیاب

ہوا ــــ!

گو کہ یہ خطوط ایک سال سے زائد عرصہ ہوا جب لکھنا شروع کئے تھے۔ مگر مسلسل بیماری اور غمِ روزگار نے کئی ماہ تک مجھے اس کی تکمیل کا موقع ہی نہیں دیا۔ حالاں کہ جب پہلے پہل یہ خطوط ویکلی "آئینہ" بمبئی میں شائع ہونا شروع ہوئے۔ تو ہر طرف سے یہ اصرار شروع ہو گیا کہ اسے مکمل کر کے جلد کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ لیکن کبھی نہ ختم ہونیوالی بیماریوں کا سلسلہ اچانک طور پر بڑھتا ہی رہا۔ میں دہلی میں ایک مہینے تک بسترِ علالت پر کروٹیں بدلتا رہا۔ اور کسی طرح بھی اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکا۔

جنوری ۱۹۴۶ء میں بمبئی واپسی پر چند زیر طبع کتابوں کے ساتھ بالآخر "اَن سُنی" کی بھی تکمیل کرنی پڑی۔ اور وہ بھی اس صورت میں جب میں نے لگاتار بارہ بارہ گھنٹے کام کیا ہے کیونکہ اس کے علاوہ میری چند کتابیں اور بھی زیر طبع وزیر تصنیف ہیں۔ جن کے مسوّدے لکھتا جاتا ہوں اور ساتھ ہی ساتھ کتابت ہو کر کاپیاں پریس جا رہی ہیں، پھر اس کے علاوہ میرے سر اور بھی بہت سی ذمہ داریاں ہیں جن سے چھٹکارا پانا اس زندگی میں دشوار ہی نہیں محال ہے۔

ان خطوط کی اشاعت و پیشکش کے سلسلہ میں جناب

سلطان حسین صاحب پروپرائیٹر مکتبہ سلطانی بمبئی کا بہت بڑا ہاتھ ہے جو "مہاراشٹرہ" کے صوبہ میں وہ پہلے پبلشر ہیں جنہوں نے نہ محض اس صوبہ کے لئے اردو علم و ادب کی بہترین کتابیں شائع کر کے ایک شاندار ادبی و لسانی خدمت انجام دی ہے بلکہ صحیح طور پر اردو زبان کی نشر و اشاعت میں ہمیشہ نمایاں دلچسپی اور انہماک سے کام لیتے رہے ہیں۔ اس لئے میں ان کی ادب نوازی کا بہ صدق دل ممنون و مشکور ہوں۔

سب سے آخر میں میں اُن تمام احباب کی ذرّہ نوازیوں کا شکریہ ادا کروں گا جنہوں نے "ان خطوط" کو پڑھکر اردو ادب کے طنزیاتی محسوسات سے لُطف اٹھایا اور میری ہمت افزائی فرما کر "اَن سُنی" کو مکمل کر دینے کے لئے مجبور کیا ورنہ میری مسلسل بیماریوں نے مجھے جتنا پست ہمّت بنا دیا ہے اس پر نظر کرتے ہوئے مجھے امید نہیں تھی کہ یہ کام اتنی جلدی پایۂ تکمیل کو پہنچ سکے گا۔

ایک بات اور بھی عرض کر دوں گا اس سلسلہ میں جس کا تعلق عوام سے کم اور میرے مخلص ترین احباب سے زیادہ ہے۔ یعنی میرے وہ احباب جن کی تخیلی کائنات میرے ہر افسانے

کے پلاٹ کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتی ہے انہیں یقین کرنا چاہیئے کہ

روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ

کیونکہ "ان سنی" میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ سماج اور سوسایٹی کا وہ "روزمرہ" ہے جس کی خصوصیات کو اپنے سے منسوب کرنا قطعاً غلط ہے۔

اس حقیر پیش کش کو میں نے اپنے عزیز ترین دوست سید نذر حسین نظر بی، اے بریلوی کے نام منسوب کیا ہے، حالانکہ ارادہ یہی تھا کہ اس کا انتساب خود اپنے نام کروں گا کیونکہ ........!

نادم سیتاپوری
۹۷ ابراہیم رحمتہ اللہ روڈ بمبئی ۳

# "پڑھنے سے پہلے"

شفیقؔ کوٹی

نادم سیتاپوری

——— کوئی نئے لکھنے والے نہیں ہیں جن کے لیے کسی تقریب و تعارف کی کہنہ رسم کا اعادہ کر کے میں آپ کا وقت خراب کرنے کی کوشش کرتا اور نہ بظاہر اسی کی ضرورت ہے کہ کوئی تفصیلی تنقید کر کے اس مشاہداتی و مطالعاتی تجربہ کو پیش کیا جائے جو اپنی پوری انفرادیت کے ساتھ آپ کو نادم کے طنزیاتی لٹریچر میں نظر آئیگا۔

پھر آپ کہیں گے کہ اس "سعیٔ لاحاصل" سے فائدہ بیکار کی اس جھک جھک سے نتیجہ! تو میں نہایت ادب کے ساتھ عرض کروں گا کہ یہ چند سطور میری وہ مخلصانہ پیش کش کی ایک کڑی ہیں جس کی زنجیرہ بندی نے میرے اور نادم کے درمیان سے "من و تو" کی تفریق مٹا دی ہے — لیکن کور باطنی کے ساتھ نہیں بلکہ منصفانہ طور پر —!

ہو سکتا ہے کہ نادم میں "عظیم بیگ چغتائی" کے جیسے پلاٹ نہ ملیں! پروفیسر رشید احمد صدیقی کا جیسا عالمانہ

طنز نظر نہ آئے۔ پطرس کی ایسی ہم آہنگی نہ دکھائے دے۔
مگر کیا "ان سُنی" پڑھکر آپ یہ کہنے پر اپنے آپ کو مجبور نہ
پائیں گے کہ نادمؔ کے طنزیات عامیانہ مزاج سے الگ ہوکر
ایک "اچھوتاپن" اور ندرت نہیں لئے ہوئے ہیں! کیا اس
کے تسلسل میں سنجیدہ مسکراہٹوں کا موجیں مارتا ہوا ایک
اتھاہ سمندر پنہاں نہیں ہے۔ کیا اس کی شوخیوں میں زندگی
لہریں لیتی ہوئی محسوس نہیں کی جاتی جس کا احساس ہمارے
اور آپ کے دلوں کی گہرائیوں سے اکثر ٹکرایا کرتا ہے۔!

مغرب زدہ طبقے پر فی زمانہ "روسی لٹریچر" اور طنزیاتی
ادب کا بہت ہی غلبہ ہے اور اس میں شک بھی نہیں کہ روسی
ادیبوں اور انشاء پردازوں نے طنز و مزاح کو ترقی پسند
ادب کے اس عبوری دور سے بہت قریب پہونچا دیا ہے
جہاں مغرب کا دوسرا لٹریچر ابھی کافی دنوں تک نہ پہونچ
سکیگا۔ مگر ہندوستان کا طنز و مزاح اسی لئے بلند اور معیاری
نہیں ہے کہ وہ ہمارے تمدن، معاشرت، تہذیب، اور رسم
ورواج کا ایک لطیف ترین پہلو ہے۔ بلکہ حقیقی معنوں میں
اردو زبان نے اس مختصر سے دور میں جتنا شاندار طنزیاتی
لٹریچر پیش کیا ہے اس کی مثال کسی دوسرے ادب میں
آپ کو شاید ہی نظر آئے خواہ اسے آپ انیسویں صدی کے

آئینہ میں دیکھئے خواہ بیسویں صدی کی تصویروں میں ـــــ جیسے اپنی پوری یکسانیت مزاح و طنز کے تمام زیورات سے یہاں آراستہ پائیں گے۔

منشی سجاد حسین، پنڈت رتن ناتھ سرشار اور شیخ ممتاز حسین وغیرہ کے بعد کسے خیال تھا کہ ہندوستان کا مزاحی لٹریچر ایک دن اتنی ترقی کر جائیگا کہ عظیم بیگ چغتائی، فرحت اللہ بیگ پروفیسر رشید احمد صدیقی، پطرس بخاری، کنہیا لال کپور، اور شوکت تھانوی جیسے اچھے لکھنے والے بھی پیدا ہو جائیں گے مگر یہ لاشعوری جذبہ جو ہمیشہ سے ہندوستان کا ایک ممتاز و نمایاں حصہ رہا ہے اس پُرجمود ماحول کے بعد بھی جاگتا رہا یہاں تک کہ آپ کا لٹریچر آج اس سے مالا مال ہو گیا۔!

"ان سنی" پڑھنے سے پہلے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تو دشوار ضرور ہے کہ ایسے فرسودہ موضوع پر کہاں تک لکھا گیا ہوگا، اور کیوں ـــــ؟ مگر جب آپ اسے شروع سے آخر تک پڑھ کر سمجھنے کی کوشش کرینگے تو بار بار جھنجھلا جانے کے باوجود آپ یہ سوچنے پر ضرور مجبور ہو جائینگے کہ۔ کیا دنیا میں ایسا بھی ہوتا ہے حسین طرح الفاظ کی آواز لفظی ہیر پھیر سے وبائی اور تصویروں کے صحیح خدّ و خال "میک اپ" کے پردے ڈال کر چھپائے نہیں جاسکتے اسی طرح یہ کہنا کہ "ان سنی" کا افسانوی پلاٹ محض ایک تصوراتی

خاکہ ہے، اگر جھوٹ نہیں تو بہت حد تک مبالغہ آمیز ضرور ہے، اور اس کے لئے میں ناؔدم کو قصور وار نہیں ٹھہراتا۔ اور نہ یہ کہتا ہوں کہ وہ اس کی واقعیت کا اعتراف و اقرار کرلیں۔ کیوں کہ موجودہ شکل میں ان کے کسی اقرار یا انکار سے اس کی افسانوی رومانیت میں نہ کوئی اضافہ ہوتا ہے نہ کسی قسم کی کمی۔ محسوسات کی تلخیاں ہر حالت میں اتنی ہی رہتی ہیں جتنی کہ اب محسوس کی جائینگی ــــ!

ان خطوط میں سب سے بڑی کمی جو مجھے نظر آئی وہ یہ ہے کہ نظریات اور فلسفے کی اُلجھنوں میں پھنس کر اکثر واقعات پلاٹ سے بہت دور پہنچ گئے ہیں جنھیں ذہن اسی وقت پھر یاد کرنے کی کوشش کرتا ہے جب دوبارہ کہانی وہاں پہنچتی ہے۔

لیکن مثالوں کے ذریعہ سے سماج و سوسائٹی کی جس زندگی کا مشاہدہ کیا گیا ہے اس کے اکثر و بیشتر "زاویے" تلخ حقیقتیں ضرور ہیں مگر ناقابلِ انکار! جن کو بیان کرتے ہوئے بسا اوقات شرم بھی محسوس نہیں کی جاتی ــــ پھر اگر وہ عریاں حقایق کاغذ پر بکھیر دیئے گئے تو ــــ!

ناؔدم کے اسلوب بیان میں ایک بے پناہ بےساختگی

بیباکی اور روانی بھی ایسی موجود ہے جس کا تذکرہ نہ کرنا ایک بڑی حقیقت سے چشم پوشی کہی جائیگی جو اپنے پورے طوفانی جوش کیسا تھ ان خطوط میں ہنگامہ فرما نظر آئیگا۔ اور لطیف اشارے وکنائے اس طرح رقصاں و جنباں دکھائی دیں گے جنھیں پڑھکر ایک بے اختیارانہ وجدانی کیفیّت طاری ہو جانا لازمی چیز ہے، اسی لئے " آن سُنی " کا ہر خط بجائے خود ایک کیف آور رومان ہے جسے پڑھنے والے مسکرانے ہی پر مجبور نہ ہوں گے، بلکہ محسوس کرنے پر بھی قابو حاصل نہ کر سکیں گے

---

۴۴ بی، آئی، ٹی بلاک
بمبئی ۳

# نہ بھولے ہیں نہ بھولیں گے

لکھی جائیں گی کتابِ دل کی تفسیریں بہت
ہونگی اے خوابِ جوانی تیری تعبیریں بہت

گذشتہ ہولی کی چھٹیوں میں ——— !
میرے ایک عزیز ترین دوست نے جو اپنی ملازمت کے سلسلہ میں ایک آباد ویرانے " میں رہتے تھے ہم سب کو ایک ایسی " دعوتِ کام ودہن " دی جس میں شرکت نہ کرنے کے یہ معنی سمجھے جاتے کہ ہم لوگ تمام زندگی کیلئے ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے ——— یعنی یہ دعوت نامہ نہیں تھا بلکہ ایک قسم کا " الٹی میٹم " تھا جس کی عدمِ تعمیل میرے ہی لئے نہیں بلکہ اُن تمام احباب کے لئے ناممکن تھی جو اس خطرناک سفر میں میرے شریک تھے ...

یہ سفر ——— اگر " سفر وسیلۂ ظفر " ہی تک محدود رہتا تو شائد اس " المیہ " کی نوبت ہی نہ آتی جو ایک مسلسل رومان بن کر ہم سب کے ذہن پر مرتسم ہو چکا ہے۔ جس کی یاد شائد زندگی بھر فراموش نہ ہو سکے ——

اسی " آباد ویرانے " کے لہلہاتے ہوئے کھیتوں میں جس کا سینہ چیر کر ایک بڑی لمبی چوڑی سڑک نکالی گئی تھی۔ آم، جامن اور شیشم کے بڑے بڑے تناور درخت دو رویہ سر جھکائے ہوئے کھڑے

تھے۔ جب ہم لوگوں کا قافلہ گرد و غبار میں اٹا ہوا وہاں پہنچا! ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں بھی چل رہی تھیں۔ لیکن سفر کی تکان سے ہم لوگوں کے چہرے تمتما چکے تھے۔ اور ہم لوگ خود رفتہ منزل بنکر اس ماحول میں پہونچ چکے تھے جس کا تصوراتی نقشہ ہم سب کی نگاہوں میں مختلف زاویوں کی شکل میں ناچ رہا تھا۔!

کوئی سال بھر ادھر کی یہ بات ہے!۔۔۔ مگر۔۔ مگر، جب آج بھی ہم آنکھیں بند کر کے اس "آباد ویرانے" میں جاتے ہیں تو ویسی ہی چہل پہل۔۔ وہی قہقہے۔ اور وہی پرسکون نظارے ہماری آنکھوں میں جگمگا اٹھتے ہیں جو یقیناً ایک مسلسل کہانی تھے۔ "ایسی کہانی" جسے کانوں نے نہیں سنا۔ بلکہ آنکھوں نے دیکھا۔ میرے مخلص دوست نے "دعوت" کے پردہ میں جس "عداوت" کا شاندار انتظام کیا تھا۔ وہ خلوص سے بھری ایک مہمان نوازی تھی۔۔۔ لیکن، رومان کا یہ زندہ جاوید مجسمہ۔۔۔!

ہندوستان کے ظالم سماج اور سوسائٹی کی ایسی منہ بولتی تصویر تھی جس کے آنسوؤں کا استقبال یہ بیسویں صدی قہقہوں سے کر رہی ہے وہ "کہانی" تو نہیں تھی۔۔ مگر سماج اسے ایک دکھ بھری کہانی بنا رہا تھا۔ ایک ایسا افسانہ بنائی جا رہی تھی "وہ"۔۔۔ جو حقیقت بنکر دنیا کے لئے نشانۂ عبرت بن جانا چاہتا تھا۔۔۔

"رنڈی" جی ہاں۔۔۔! وہ ایک رنڈی تھی۔۔ وہی نفرت خیز جنس جسکو "گناہوں" کی خانقاہ میں چھپانے کیلئے لوگ اپنے تقدس

کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں — ! کتنی شرمناک — کتنی گندی — اور کیسی کثیف جنس — جس کے تصوّر سے رویاں رویاں کانپ اٹھتا ہو جس کے تخیّل سے سارے بدن میں کپکپی پیدا ہو جاتی ہے —

قریب قریب ایک ہفتے تک ہم سب یہی کہانی دیکھتے رہے دن اور رات — صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک ! یہاں تک کہ یہ چند روز ایک "یاد" بنکر یکایک نگاہوں سے اوجھل ہو گئے ! اتنی دور چلے گئے جہاں واپس ہونے کے لئے ایک سال بالکل ناکافی ہے — !

آنکھوں دیکھی ہوئی یہی کہانی — تصوّر کے اس مجسمہ سے مخاطب ہو کر سوسائٹی اور سماج کیلئے ایک افسانے کی صورت میں منتقل ہو گئی ہے جسے پڑھتے وقت آپ کو یہ نہ بھلانا چاہیئے کہ اس دنیا میں یہ بھی ہوتا ہے — یہ سچ ہے کہ افسانوی دنیا میں یہ موضوع ایک بہت ہی فرسودہ نوعیّت اختیار کر چکا ہے اور اس پر ملک کے تمام مشہور ادیبوں نے وہ سب کچھ لکھدیا ہے جو اس — موضوع پر سوچا جا سکتا تھا — !

مگر کیا کروں — ؟ "موضوع" کی فرسودگی "رومان" کی زندگی نہیں چھین سکتی — مجلسی اور سماجی نظریئے ٹکرا سکتے ہیں — اور دنیا میں ہونیوالے روزمرّہ کے واقعات بھی — — لیکن ہر دور میں اُن کی حقیقی روحانیت کسی نہ کسی

ایسی جاذبیّت کی حامل ضرور ہوتی ہے جس کو سُننے سے اس لئے گریز نہیں کیا جاسکتا کہ اس قسم کے واقعات سُنتے سُنتے کان پک چکے ہیں —

مجھے یہ تسلیم کرنے میں بھی عذر نہیں کہ ان خطوط میں نظریات کا تضاد —— مثالوں کی تکرار —— اور خیالات کا ٹکراؤ اکثر دوش بدوش نظر آئے گا — لیکن یہی "الجھاوے" اس رومان کی جان ہیں جن میں زندگی نہیں "زندگیوں" کی پکار نظر آئے گی آپ کو —!

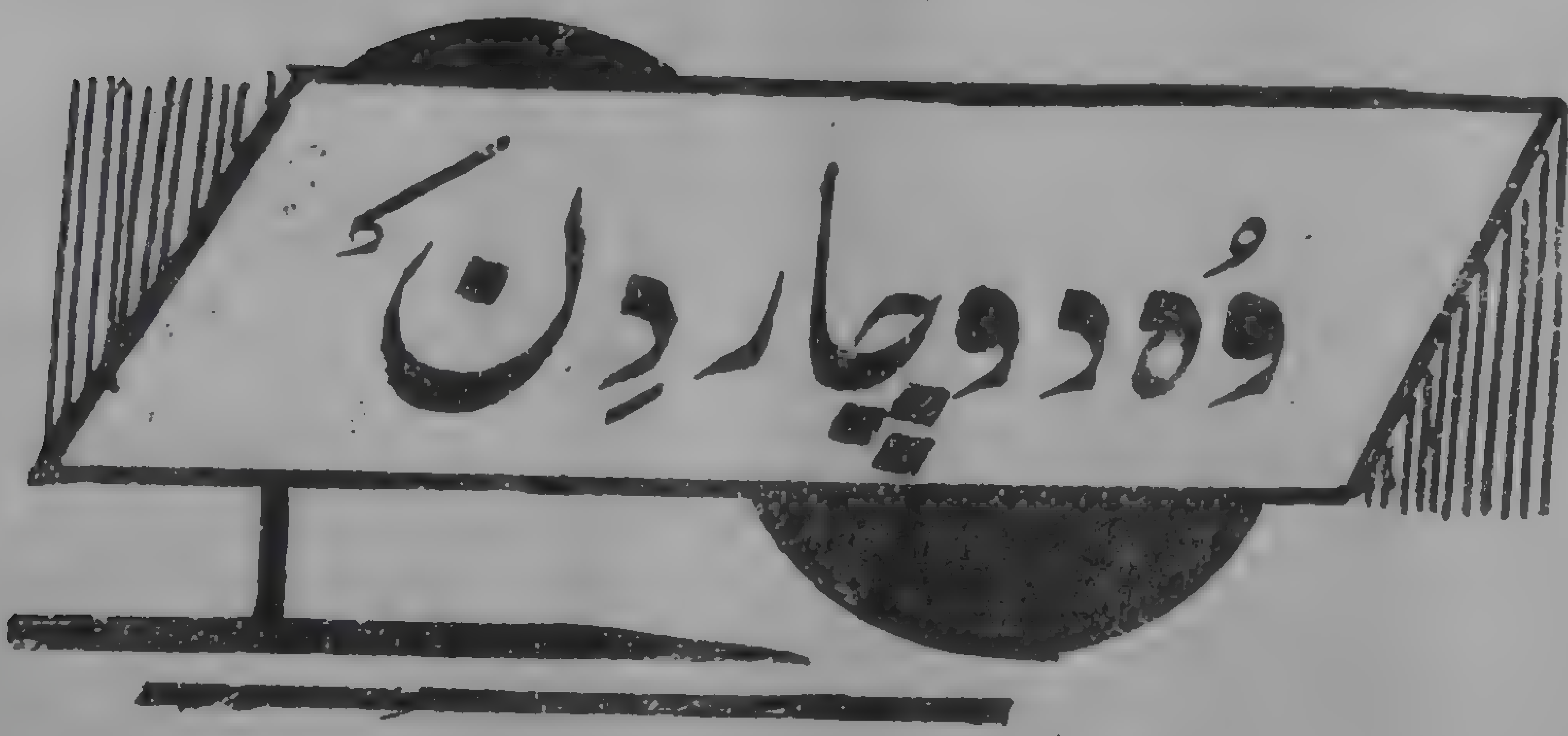
انسان کی تمام زندگی ایک مسلسل "ٹکراؤ" ہے۔ جسے حالات اور وقت کے موافق بنانے کے لئے منطق اور فلسفے نے مستقل طور پر اتنا اُلجھا دیا ہے کہ انسان "تضاد" اور "ٹکراؤ" سے بچ نہیں سکتا —!

"ان سنی" سچ مچ "ان سنی" ہو کر رہ گئی جس کو سُن کر بھی اس طرح آنکھیں پھیر لی گئیں جیسے کچھ سُنا ہی نہیں ——

لیکن میں اسے "صدا الصحرا" نہیں سمجھتا —! کیوں کہ تخیئل کے خلوت کدے سے نکل کر یہ اس انجمن میں پہنچ چکی ہے — جہاں کوئی روداد

"ان سنی" نہیں رہتی ——

پہلا خط ———————— ا



اب لب پہ وہ ہنگامۂ فریاد نہیں ہے
اللہ ری تری یاد کہ کچھ بھی نہیں ہے

سُنا تم نے!
تمہارا نام بدل کر ـــــــ ساحرہ " رکھا ہے میں نے ـــ!
جی تو چاہتا تھا کہ " کافرہ " کہدوں ـــــ اور کہہ کیا دوں، تم ہو بھی تو
" کافرہ " ، ایک زہد شکن کافرہ! ـــــ مگر ڈرا یہ کہ مسلمان کہتی ہو
اپنے آپ کو ـــ کہیں بگڑ نہ جاؤ ـــــ دوسرے یہ کہ " کافرہ "
کا سائن بورڈ دیکھ کر تمہارے سیکڑوں صاحب ایمان گاہک
بھڑک جائیں گے ـ تقدّس مآب داڑھیاں پکٹنگ شروع کردیں
گی ـــــ جس طرح کانگریس والے بدیشی کپڑے اور شراب پر پکٹنگ
کرتے ہیں ـــــ کتنا نقصان ہوگا تمھارا، تمہاری تو ساری دکانداری
انہیں کے دم سے ہے ـــــ! اگر یہ بھڑک گئے تو سارا کاروبار ٹھنڈا
پڑ جائے گا ـــــ!
ساحرہ ـــــ سچ مچ تم ساحرہ ہو اور کافرہ بھی! معاف کرنا
ان معنوں میں " کافرہ " نہیں جو ہر مسلمان اپنے ایمان کی پختگی دکھانے
کیلئے عام طور پر دوسرے مسلمان کے متعلق کہدیا کرتا ہے ـــــ بلکہ
میں تمھیں صرف اس لئے کافرہ کہتا ہوں کہ تم سراپا " کفر " ہو ـــــ

تمھاری ہر ہر ادا ___ تمہاری نگاہوں کی ہر ایک سر مستی زہد شکن ہے، تمہاری چال کا ہر ایک تموّج ایمان کے راستوں سے ڈگا دینے والی ایک لغزش! تمہارے تبسّم کی ہر ایک خیرگی ہوش و ہوس کی دنیا اجاڑ دینے والی ایک برق ___ اور تم سرتاپا خدا کو بھلا دینے والی کافرہ ___!

سنا تو یہی تھا آج تک ___ کہ رنڈی کا کوئی مذہب ہی نہیں ہوتا ___ نہ ہندو، نہ مسلمان، نہ عیسائی، نہ پارسی ___ روپیہ ہی دین ___ روپیہ ہی ایمان، ہو سکتا ہے کہ تمہاری بڑی بوڑھیوں میں کسی رنڈی نے کسی مسلمان تماشبین کو لوٹنے کے لئے مسلمانوں کا روپ بھرا ہو، تاکہ وہ عقل کا اندھا اپنے تبلیغی کارنامے کی سزا سے کبھی چھٹکارا نہ پاسکے۔ اور اسی سیاسی طریقہ پر جی کھول کر اسے تباہ کیا گیا ہو ___ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ۔ تمہاری سب کی عادت ہو گئی کہ اپنے کو مسلمان ظاہر کرو۔

معاف کرنا واقعی میں تمہارے دو خطوں کا جواب نہ دے سکا۔ اور جواب دینا بھی تو کیا ___؟ "وعدہ" تو لے ہی چکی ہو! پہلے ہی کہ مجھے تمہاری ہر ممکن امداد کرنا پڑے گی ___ رہ گیا مشورہ! تو بھلا میں تمہیں مشورہ ہی کیا دے سکتا ہوں۔ نہ جانے میری "صلاح" بری لگے تمہیں یا بھلی! مانو ___ یا نہ مانو ___! جانے گیا ہو ___ میں اور تمہارے لئے "فرشتہ" ثابت ہوں گا تمہاری

خیال میں ـــــ کون سا فرشتہ ـــ! "فرشتہ رحمت یا فرشتہ لعنت" شیطان بھی تو ایک فرشتہ ہی ہے ـــــ آخر تم مجھے کس فرشتے کے روپ میں دیکھنا چاہتی ہو ـــ جہاں تک مجھے معلوم ہے فرشتوں کو تم لوگوں کی دوستی راس نہیں آئی کبھی ـــ اور ہمیشہ اللہ میاں بگڑ ہی گئے ـ وہ بھی ایسے کہ آخرت کے لئے بھی ان کی سزا نہ اٹھا رکھی"

ہاروت و ماروت کا قصہ تو سنا ہی ہوگا تم نے ـــ دنیا کی سیر کرتے کرتے ایک دن ریجھ گئے ـــ زہرہ پر۔ تاریخوں سے کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ اس "ریجھنے" میں کہیں سے اتنی بات بڑھ گئی ہو کہ ...... ! بہرحال درگاہِ عبودیت میں ان کی یہ بے راہ روی پسند نہ کی گئی ـــ اس زمانہ میں بابل و نینوا کی "باولیاں" اپنی گہرائیوں کی وجہ سے بہت مشہور تھیں ـــ چنانچہ یہ دونوں "باولے" قیامت تک کے لئے انہیں "باولیوں" میں قید کر دیئے گئے ـــــ اور آج بھی "حبس دوام" کی سزا بھگت رہے ہیں ـــ

میرا مطلب یہ ہے کہ تم اپنا جو کام مجھ سے لے سکتی ہو ـــ فرشتہ بنا کر کیوں لو ـــ انسان بن کر جب میں بے کھٹکے تمھاری ہر ممکن مدد کر سکتا ہوں تو آخر فرشتہ بنا کر کیوں سائرِ نقاب کے پر لگا ہی ہو ـــ خواہ مخواہ جلالِ الٰہی کو توجہ دلانے

کی ضرورت! جب یہی کام میں ایک انسان ہونے کی حیثیت سے کہیں کامیابی کے ساتھ کر سکتا ہوں تو اگر فرشتہ نہ بناؤ تو کون سا ہرج ہے جس میں مشکلات بھی زیادہ اور خطرے بھی بہت زندگی کے وہ کبھی نہ بھولنے والے دو چار دن ممکن ہے تمہارے لیئے کوئی خاص اہمیّت نہ رکھتے ہوں ——— اور رکھیں بھی کیوں جب ہر صبح سے شام اور ہر شام سے صبح تک روزانہ تمہاری دنیا میں ایسی ہی بہاریں آتی رہتی ہیں۔ میرے جیسے بیسیوں انسان اِس "کارگاہ نشاط" میں چکر کاٹا کرتے ہیں اور دن رات یہی سب کچھ ہوتا رہتا ہے جو اِس دن ہوا تھا ——— پھر ظاہر ہے کہ تمہارے لیئے ان میں خصوصیّت اور اہمیت ہی کیا ——— مگر رومان پرور لمحات کچھ یادگار گھڑیاں ضرور ہیں ——— ایسی یادگار اور ناقابلِ فراموش گھڑیاں جو شائد جلدی بھلا دینے پر بھی نہ بھول سکیں! اس لیئے نہیں کہ خوشی اور شادمانی کے پُرمسرّت اوقات تھے ——— اس لیئے بھی نہیں کہ ان کی جھنکار میں تخیّل کی فضائیں کھو گئیں تھیں ——— اس لیئے بھی نہیں کہ ہمارے دِل و دماغ کچھ دیر کے لیئے دنیا و مافیہا سے بیگانہ ہو گئے تھے ——— بلکہ محض اِس لیئے کہ اس بزمِ نشاط سے "نیاز و ناز" کے جھگڑے مٹ گئے تھے۔ کچھ دیر کیلیئے ——— محض اِس لیئے کہ تکلّفات و تصنّعات کی دنیا سے دور ہو گئے تھے ہم لوگ ——— اور ——— اِس لئے

کہ بناوٹ اور دکھاوے کا نام بھی نہ تھا اس وقت ــــ کیا یہ کچھ کم تھا ــــ!

ایک بار نہیں ــــ ہزاروں مرتبہ ایسا ہوا کہ تمہاری ــ سیکڑوں بہنوں نے دن دھاڑے عقل و خرد پر ڈاکے ڈالنے کی کوششیں کیں ــــ ظاہری بناؤ سنگھار اور جھوٹی اداؤں سے لوٹنا چاہا ــــ مگر ــــ مگر وہ کبھی کامیاب و کامران نہ جا سکیں ــــ کتنی ہی بار "گت" ناچتے ناچتے "سم" پر جب پہونچیں ــــ تو ساری محفل پر ایک سناٹا چھا گیا ــــ لیکن ہم لوگوں کی سنجیدہ مسکراہٹیں ان فضاؤں میں نہ کھو سکیں ــــ!

اس دن بھی یہی ہوا ــــ جب تم گھونگرو باندھ کر حاضرین بزم کے ہوش و حواس سے کھیلنے کی تیاریاں کر رہی تھیں ــــ نگاہیں چرا چرا کر شائد یہی دیکھنے کی کوشش کی تھی تم نے ــــ کہ ان گھونگھروں کی جھنکاریں کتنی زندگیوں کے ساز خاموش ہو جانے کے لئے بیتاب نظر آ رہے ہیں ــــ مگر دیکھا ہوگا تم نے کہ ہم لوگوں کے مسکراہٹوں کے ابروؤں پر ایک بھی بل نہ ڈال سکیں تم ــــ!

خیر تمہارے گھونگھروں نے سارنگی کے سُر یلے ساز سے اپنی جھنکار ہم آغوش کر دی ــــ تمہارے پیروں کی عرگت طبلے کی تھاپ سے گلے مل گئی ــــ تمہاری

دونوں ہاتھوں میں اشارے ناچنے لگے! تمہاری بیجاب نگاہوں سے "شربتی خمار" چھلکنے لگا ـــــ تم نے گانا شروع کیا ـــــ ویسا ہی گانا جو رنڈیاں عام طور پر گاتی ہیں ـــــ ویسے ہی بھاؤ بتائے، جیسے اکثر رنڈیاں بتایا کرتی ہیں ـــــ اُسی ادا سے جُھک جُھک کر سلام کیا تم نے جیسے عام طور پر کیا جاتا ہے ـــــ کئی بار مسکرائیں بھی ـــــ ہم لوگوں کو مسحور کرنے کیلئے ـــــ لیکن یقین مانو تمہارے سب وار خالی گئے ـــــ بالکل خالی! یعنی ہم میں سے کسی کا سینہ بھی چھلنی نہ ہو سکا تمہارے تیرِ نگاہ سے ـــــ یہ سب کچھ ہوا ـــــ اکثر ہوتا ہی رہتا ہے ـــــ ہمیشہ ہوتا ہی رہے گا ـــــ ناچ بھی ختم ہوا ـــــ ساز بھی خاموش ہو گیا اور پھر تم اپنے اصلی رنگ و روپ میں آگئیں ـــــ کاش تم شمعِ محفل نہ ہوتیں ـــــ بلکہ کسی کی زینتِ خانہ بنتیں ـــــ

کتنی عجیب و غریب ہے یہ بات ـــــ کہ تم میں ایک رنڈی ہونے کے باوجود بھی "جلوت سامانیاں" نہیں ہیں، ادائیں تو ہیں ـــــ مگر بے جان! ـــــ شربتی آنکھوں میں کس بل تو ہے ـــــ لیکن رم جھم رم جھم ہونیوالا ـــــ "برق پاشیاں" تو ہیں ـــــ پر میدانوں کیلئے نہیں ـــــ تم میں مہک تو ہے مگر "محفل" کے گلدانوں کے قابل نہیں۔ بلکہ کسی کے گلے کا ہار

بننے والی ـــ کاش تم رنڈی نہ ہوتیں ـــ تو نہ جانے کیا ہوتیں ـــ

کیسی لایعنی بکواس شروع کر دی ہے میں نے ـــ! خدا جانے تمہیں کیا غلط فہمی ہو جائے ـــ اپنی رَو میں لکھ گیا یہ! ـــ ورنہ کہیں نکلے ہوئے دانت مُنہ میں بیٹھتے ہیں کہیں فضائے چمن کی منتشر خوشبو سمیٹی جا سکتی ہے ـــ سمندر کی موجیں ٹینس کے جال میں رُک سکتی ہیں کہیں! ـــ پھر بھلا شمع محفل بن کر کوئی "رنڈی" "زینت خانہ" کس طرح بن جائے ـــ تمہاری جان لیوا سادگی ـــ لاکھ تنہائیوں کی جان سہی ـــ مگر تمہارے شباب کی آنکھیں تو "بزم آرائیوں" سے چار ہو چکی ہیں ـــ کیا بھائیگی گھر کی چار دیواری ـــ طوطے کی بیوفائیاں کیوں مشہور ہیں ـــ اسی لیئے نا ـــ کہ ہم لوگ اس سے اس کی آزادیاں چھین کر پنجروں میں قید کر دیتے ہیں ـــ اور ـــ!

نبی جی بھیجو ـــ نبی جی بھیجو ـــ پڑھا کر یہ سمجھتے ہیں کہ اُس کی زبان بدل کر ـــ ہم نے اس کی زندگی بھی بدل ڈالی ـــ آزادی جیسی فطری چیز غصب کر کے سرشت مٹا دی ـــ حالاں کہ برسں برس کے بعد بھی جب وہ پنجرے کی کسی کمزوریتلی کو توڑنے میں کامیاب ہو جاتا

ہے ــــ تو بھاگتے ہوئے مڑ کر بھی نہیں دیکھتا ــــ

اسی کا نام "طوطا چشمی" ہے، جس کا سبق سیکھنے کے لئے تم لوگوں کے کوٹھوں پر عام طور سے طوطوں کے پنجرے رکھے رہتے ہیں ــــ جس طرح آج کل کی یہ فیشن زدہ "چھوکریاں" "کتوں" سے پریم کرتی ہیں ــــ ویسے ہی تم لوگ طوطوں سے! فرق صرف اتنا ہے کہ وہ "کتوں" سے وفا کا سبق لیکر بیوفائی سیکھتی ہیں ــــ اور تم ــــ!

ہم انسان کتنی خود غرض کائنات ہیں اس دنیا کی ــــ ہمارے فلسفے ــــ ہمارے نظریئے ــــ کتنے انسانیت سوز اور اخلاق کُش ہوتے ہیں ــــ طوطے کو قید کرتے وقت ایک لمحہ کیلئے ہمارے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ آخر اس کی قیمتی آزادی چھین لینے کا ہمیں کون سا حق حاصل ہے ــــ اور جب وہ اپنی فطری آزادی واپس پانے میں کامیاب ہوجاتا ہے تو ہم "بیوفا" کہتے ہیں اُسے ــــ

رنڈیاں بھی ایک ایسا ہی پرندہ ہے جسکو تباہ و برباد کرتے وقت ہم مردوں کی نگاہوں میں ایک ہلکی سی جھجک بھی محسوس نہیں ہوتی ــــ لیکن جب یہ رنڈیاں ہم سے انتقام لیتی ہیں ــــ ایک "میٹھا انتقام" تو ہم مرد سماج اور سوسائیٹی کا دامن پکڑ کر چیخ اٹھتے ہیں ــــ دہائیاں دینے

ہیں ـــــ اور بیوفا کہتے ہیں انہیں ـــــ!

تمہیں گھر کی زینت بنانے کی تمنّا ـــــ ایسا ہی خیال ہے جیسے کسی خونخوار اژدھے کو گلے کا ہار بنا لیا جائے یا کسی شیر کے بچے کو منہ چڑھا لیا جائے ـــــ یا اپنے گھاس پھوس کے جھونپڑے میں دیا سلائی دکھا کر یہ امید کی جائے کہ بس آسمان سے گھنگھور گھٹائیں فائر بریگیڈ کی طرح ٹوٹ پڑیں گی اس پر ـــــ

سوال یہ نہیں کہ اس میں قصور مردوں کا ہے ـــ یا تمہارا ـــــ اس وقت تو یہی دیکھنا ہے کہ آخر اس قسم کا لغو خیال کیوں ہم لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جایا کرتا ہے ـــ کہاں تک ممکن ہے یہ ـــــ اور کیا واقعی یہ تمہاری سنجیدگی کے ساتھ سوچنے والی کوئی چیز ہے! چھوٹے راجہ کے کیمپ کی کیا خبریں ہیں۔ غالباً دن عید اور شب شبِ برات ہو گی، سنا ہے علاقہ بھر کی پریاں جمع کی گئی ہیں راجہ اندر کیلئے ـــ سارا دن رنگ رلیاں ـــ اور ساری رات رنگ رلیاں منائی جاتی ہیں ـــ تم سے خاص دلچسپی لی جا رہی ہے ـــ تحفے تحائف بھی زوروں کے ساتھ چل رہے ہیں ـــ چوبیس گھنٹے گلابی چھلکا کرتی ہے ـــ انکار اور اصرار میں اکثر خدا رسول ـــ اور اپنی جان کی قسم تک کی نوبت پہونچ جاتی

ہے ۔۔ ظاہر ہے کہ اپنی جان کی "مجبور کن" قسم دے کر وہ پلا ہی دیتے ہوں گے ایک آدھ جام ۔۔۔ یہ راجہ لوگ سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں ۔۔۔ خدا کی قسم نہ مانو ۔۔ ٹال جائیں گے ۔۔۔ رسول کی قسم ٹال دو ۔۔۔ بُرا نہ مانیں گے ۔۔۔ لیکن جب اپنی جان کی قسم دیتے ہیں تو منوا ہی کے چھوڑتے ہیں اور اگر نہ مانو تو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے روٹھ جاتے ہیں ۔۔۔!

شراب اور جوانی جس دولت مند کے پاس یہ دونوں چیزیں ہوں، وہ جنّت کا انتظار کیوں کرے، جنت تو غریبوں کی تسکین کا ایک الہامی نام ہے ۔ دنیا کی مصیبتوں سے گھبرا کر جب شام کو اپنے بوریئے پر فاقہ نصیب روحیں پھڑپھڑاتی ہیں تو اِسی جنت کا دل فریب تخیل تھپکیاں دیکر سُلا دیتا ہے ۔ وہ سوچتا ہے کہ اِس دنیا میں دُکھ اٹھانیوالے ۔۔۔ دوسری دنیا میں سُکھ اٹھائیں گے! کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتیں!

ہم غریب اور دُکھیارے جن کی زندگی کے ایک لمحہ نے سکونِ زیست کا مزا نہ پایا ۔۔۔ وہ مرنے کے بعد کتنے آرام اٹھائیں گے ۔۔۔ کیسا سُکھ ملے گا! نہیں ۔۔۔ جنّت کے دروازوں پر حور و غلمان انتظار کر رہے ہوں گے ہمارا ۔۔۔ زمرّدیں اور یاقوتی قصر بیتاب ہوں گے ہمارے لئے ۔۔۔ اور خدا کی

جمتیں نظر براہ ہوں گی! یہ امیر لوگ اپنا تمام حصہ اسی دنیا میں لے لیتے ہیں ـــ آخرت کی ٹوکری سے ہرگز کچھ نہ پائیں گے!

پھر یہی سب کچھ سوچتے سوچتے ہماری بھوکی آنتیں سو جاتی ہیں ـــ تو جنت کے داروغہ بڑے بڑے خوانوں پر سرپوش ڈھکے ہوئے لیکر آتے ہیں ـــ مودبانہ انداز سے یہ کشتیاں سج دی جاتی ہیں ہمارے سامنے ـــ عجیب عجیب قسم کے میوے ـــ طرح طرح کے فواکہات ہماری تسکین کے لئے موجود ہوتی ہیں ـ جن کا تصوّر بھی ہم نہیں کر سکتے ـــ

حور و غلمان اپنے مسحور کُن انداز سے اٹھلاتے ہوئے آتے ہیں ـــ اور ہماری نگاہیں دنیا کی عارضی اور فانی جنت کو بھول جاتی ہیں کچھ دیر کے لئے ـــ یہاں تک کہ سورج نکلنے سے پہلے ہمارے مِل کا پہلا "بھونپو" جگا دیتا ہے ـ تو ہماری سوکھی انتڑیاں ـ "فجر کی نماز" پڑھتی نظر آتی ہیں! ہم ان امیروں کی عیش و عشرت پر جب منتقمانہ نگاہیں ڈالتے ہیں ـــ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ان کی مخمور آنکھوں میں فرشتے لوہے کی گرم گرم سلاخیں چبھو رہے ہیں جن آنکھوں سے انہوں نے شریفوں کی عزت و آبرو پر بہیمانہ ڈاکے ڈالے تھے ـــ جن آنکھوں میں انہوں نے بدمست کر دینے والی شراب کا خمار.

بسایا تھا، جن آنکھوں سے ان کی زندگی اور بہیمیت بہہ رہی تھی ان کے یہ سنہرے ہاتھ جڑ موڑ سے کاٹے جا رہے ہیں جن کی "قوت بازو" تمام زندگی معصوم نوجوانیوں کو بھینچنے میں صرف ہوئی ہے نہ کہ پیٹ بھرنے کیلئے محنت کرنے پر!

ان ہاتھوں نے کبھی لوہے کے بھاری بھاری گھن اٹھانے کی زحمت گوارہ نہ کی ــــ پھاوڑے سنبھالنے کی کوشش نہ کی ــــ بلکہ ان ہاتھوں کی تمام قوت نازک کلائیاں مروڑنے پر صرف ہوئی ہے! ان انگریزی طرز کے کٹے ہوئے بالوں میں چھپا ہوا ان کا یہ سر ــــ فرشتے آگ کے بھرے ہوئے گرزوں سے کچل دیں گے ــ جس میں کبھی رحم ــ ہمدردی ــــ اور انسانیت کا کوئی جذبہ نہ جاگ سکا ــ جس سر کے اندر چھپے ہوئے دماغ نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت گوارہ نہ کی ــــ کہ یہ دنیا امتحان گاہ ہے تمہارے لئے ــــ

مِل کا بھونپو دوسری بار تنبیہہ کرتا ہے، ہم گھبرا کر اُٹھ بیٹھتے ہیں کہ اگر وقت سے کام پر نہ پہونچ گئے تو "منیجر صاحب" فوراً ہی نکال دیں گے ــــ اور سیٹھ جی کچھ نہ سُنیں گے ــــ آج ہفتہ بٹنے کا دِن بھی ہے ــــ دو دن سے کچھ کھایا بھی نہیں ــــ پھر کیا ہوگا ــــ؟ نہ جانے کیا ــــ؟

خیر ــــ چھوڑو بھی اِن باتوں کو ــــ ہاں یہ بتاؤ

کہ میں نے تم سے کیوں وعدہ کر لیا تھا ـــــ اور تم نے مجھ سے کیا وعدہ لیا تھا ـــــ واقعی وعدہ کرتے وقت بالکل ہی یاد نہ رہا کہ یہ تو پوچھ لوں ـــــ آخر کس امداد کیلئے وعدہ لے رہی ہو ـــــ اور تم نے بھی کچھ نہ بتایا! اس خط میں بھی تم نے کچھ نہ لکھا کہ آخر کس امداد کے لئے اِس فرشتے سے وعدہ لیا تھا تم نے!

مجھے بڑی اُلجھن ہے کہ آخر میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں! جہاں تک مجھے معلوم ہے روپیہ پیسے کی مدد کی تمہیں مطلق ضرورت نہیں ـــــ اور اگر ضرورت بھی ہوگی تو کیا دنیا کے یہ بہت سے راجے مہاراجے مر تھوڑے ہی گئے ہیں۔ جن کی دولت کے انبار تمہاری فرمائشوں کے منتظر ہیں۔

دوسرے یہ کہ میری دی ہوئی مالی مدد شائد تمہاری پیاس کے لئے اوس چاٹنے سے زیادہ ثابت نہ ہو سکیگی۔

یہی سوچ کر سخت پریشان ہوں اور اپنی حماقت پر شرمندہ! رامچندر جی کے باپ راجہ دسرتھ نے رانی کیکئی کو ایک اندھا "وچن" دیا تھا ـــــ پھر کیا ہوا پورے بارہ سال تک رامچندر لچھمن اور سیتا جی جنگلوں جنگلوں خاک چھانتے پھرے ـــــ لنکا کا راون سیتا جی کو ہر لیگیا اور ان لوگوں کو بڑی مصیبتیں اٹھانا پڑیں ـــــ کہیں ایسا ہی "اندھا وچن" تم نے تو نہیں لیا

ہے مجھ سے! جو تمام زندگی پچھتانا پڑے! خدا کیلئے جلد لکھو۔۔۔ میں بہت پریشان ہوں۔ بہت جلد۔۔۔!

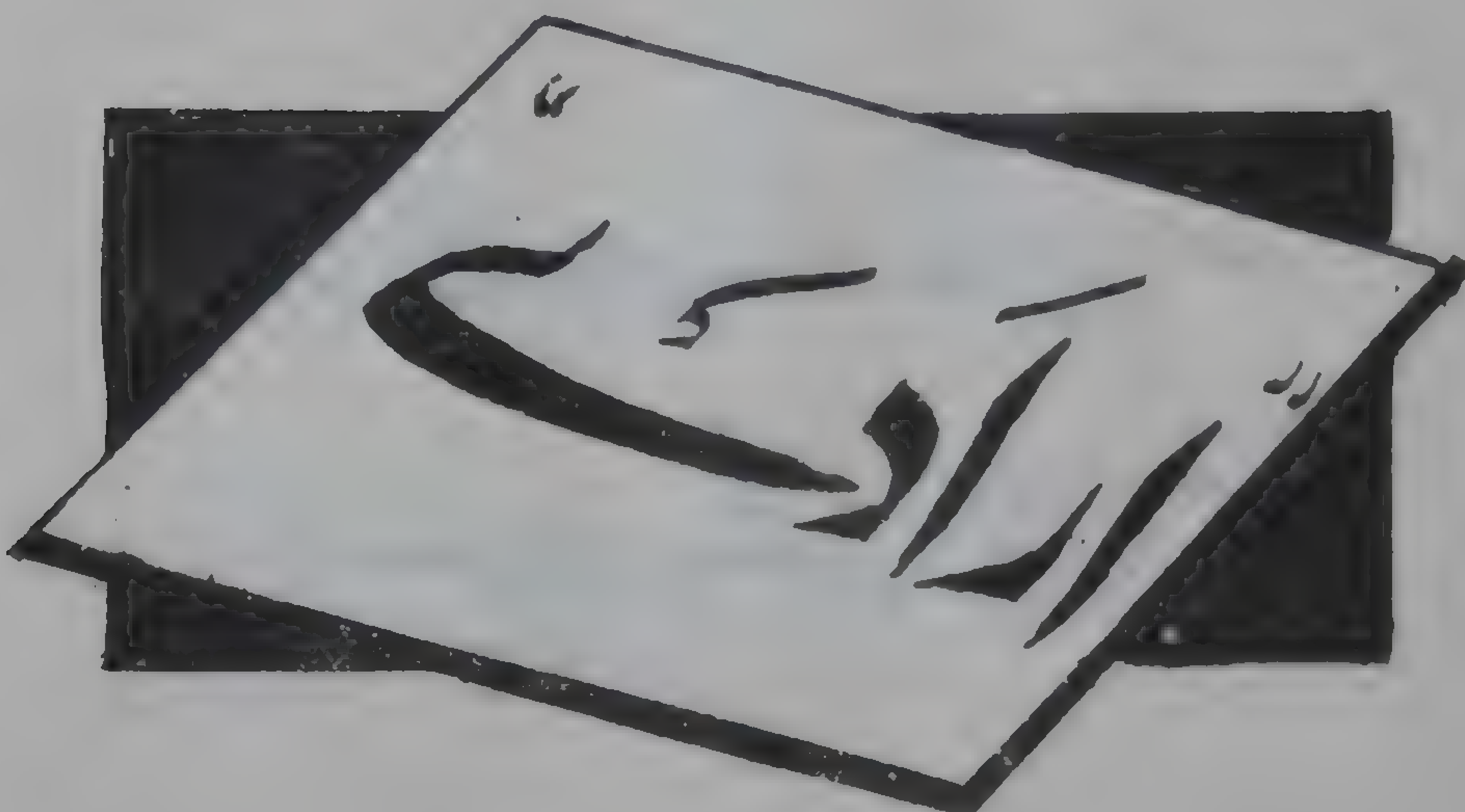
میں آج ہی اپنے ایک دوست کی شادی میں فیض آباد جا رہا ہوں۔۔۔ چار پانچ دن لگیں گے شائد اس سے بھی زیادہ! میرے بڑے مخلص دوست ہیں۔۔ پہلی بیوی سے چھٹکارا پا کر دوسری بھی ٹھکانے لگا چکے۔۔۔ اب ماشاء اللہ تیسری شادی ہے۔۔۔ بارے خیریت یہ ہے کہ پہلی بیویوں سے کوئی اولاد نہیں۔۔۔ ورنہ سخت مصیبت تھی!

کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ! جن کی بیویاں تابڑ توڑ مرتی چلی جاتی ہیں۔۔۔ اور دوسری نئی دلہنیں مل جاتی ہیں۔۔۔ یہاں بھی یہی معاملہ ہے ان "تہاجو" نوشہ" کا نکاح ہو رہا ہے ایک کمسن دوشیزہ کے ساتھ۔۔!

انہیں دوست سے میں نے تمہارا ذکر کیا تھا۔۔ یہ بیچارے ہم لوگوں کے ساتھ نہ آ سکے تھے! بہت بیتاب ہیں تم سے ملنے کیلئے۔ کہنے لگے کہ کم از کم بارات ہی کے حیلے سے بلا لو۔۔۔ فیض آباد لے چلیں گے۔۔ مگر میں نے ٹال دیا۔۔۔ کہ وہ ایک راجہ کے ہاں ملازم ہے اور آج کل راجہ اپنے علاقہ کا دورہ کر رہے ہیں ان کے ساتھ ہے۔۔۔ ذرا "دل پھینک قسم" کے آدمی

ہیں یہ ــــ میں ڈرا کہ کہیں تیسری شادی رُک نہ جائے
ان کی ــــ مطلب یہ ہے کہ تم پر فریفتہ نہ ہو جائیں جِو اور مصیبت
ہو ــــ ورنہ فیض آباد کا سفر رہنا تو بڑا ہی دلچسپ، اور ویسا
ہی یادگار زمانہ جو نہ بھولا ہے نہ بھولیگا ــــ!
لکھنا ــــ تمھارا کیا پروگرام ہے ــــ یعنی تمہاری
راجہ کب تک رہیں گے وہاں ــــ اور پھر وہاں سے کہاں
جاؤ گے تم سب ؟ اچھا خدا حافظ ــــ!

## دوسرا خط ——— ۲



نہ ہم سمجھے، نہ آپ آئے کہیں سے
پسینہ پونچھئے اپنی جبیں سے

کوئی ہفتہ بھر کے بعد رات کو واپس آیا ___ تو تمہارا کئی دن کا آیا ہُوا خط مِلا ___ رات بھر نیند حرام ___ جانے کیا لِکھ گئیں اپنے زورِ قلم میں ___ کہ میں عنقریب نکاح کرنے والی ہوں ___ تعجب تو یہ ہے کہ نکاح کے "ہجے" بھی تم نے بالکل ٹھیک لِکھے، ورنہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوتا کہ یہ تم لوگوں کی کوئی خاص گھریلو اصطلاح ہوگی۔

"نکاح" کتنا شیریں لفظ ہے اور جب کوئی "رنڈی" نکاح کے الفاظ دُہراتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی بڑا موٹا تازہ سنہرا پرندہ کِسی قفسِ زرّیں سے جھانک رہا ہے ___! چہرے پر پڑی ہوئی جُھرّیاں حرص و ہوس کا خطِ تقدیر بن کر ___ جھلکنے لگتی ہیں ___ اور ___ اور متحیّر چہرہ ایسا نظر آتا ہے جیسے کسی تجربہ کار "ڈینٹسٹ" کی دکان کا "سائن بورڈ"

وہ منظر بھی کتنا دلچسپ ہوتا ہے جب کوئی رنڈی اپنے گناہوں سے تائب ہونے کے لئے مُسکراتی نظر آتی ہے ___ اُجڑی ہوئی سوگوار زیبائش کیساتھ ___ اپنی زندگی کی باقی

ماندہ ساعتیں، کسی جہاندیدہ پاک باز" کے ظلِ عاطفت میں گذارنے کے لئے اس کی ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں میں کچھ موٹے موٹے آنسو ہوتے ہیں ___ جمکیلے شریر سے آنسو ___! جن کی قیامت خیز غم ساما نیوں کو اداؤں کا ایک بحرِ بیکراں سمجھنا چاہیئے ___

عورت کی مسکراہٹ تو محض ایک "موج طوفان" کی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن جب وہ اپنی "مدھ بھری آنکھوں" سے آنسوؤں کے موتی رولیتی ہے ___ تو یہی طوفانی موجیں سچ مچ ایک طوفان کی شکل اختیار کر لیتی ہیں ___ پھر وہ عورت جس کا پیشہ ہی ہو ___ دوسروں کی زندگیوں سے کھیلنا۔ جس کا مقصد ہی ہو ___ دوسرے کے مقصدِ حیات کا برباد کرنا۔ اگر اس کے آنسو مسکراہٹوں سے زیادہ ہلاکت خیز نہ ہوں گے تو پھر کس کے ___؟

تو میں ___ یہ سمجھوں گا کہ عنقریب تم نکاح کا ڈھونگ رچا کر کسی موٹی اسامی کو پھانسنے میں کامیاب ہونیوالی ہو۔ بڑا نیک ارادہ ہے تمہارا ___ خدا نیک و مبارک کرے تم کو اور تمہارے ہونیوالے "اُن" کو جن کی عمر کا سطحی اندازہ لگایا ہے میں نے ___ یہی ہوگی کوئی سو برس کے قریب ___ یعنی پوری پانچ بیسی۔ تلاش کر رہا ہوں کہیں سے تاریخ اودھ مل جائے تو

غدر ۱۸۵۷ء کے مجاہدین میں اُن کا نام بھی تلاش کروں گا۔ کیسی خوش نصیب ہو تم جبن کے سہرے سے غدر ۵۷ء کی مہک آئے گی۔ شاید کوئی تجربہ کار راجہ ہوں گے! سندی تعلقدار! جن کے بزرگوں نے وطن سے غداری کر کے "وفاداری" کے صلے میں جاگیریں حاصل کی ہوں گی۔

خیر ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ مردہ چاہے دوزخ میں جائے چاہے بہشت میں۔ تمہیں تو بس اپنے حلوے مانڈے سے کام ہونا چاہیئے۔ اور سچ بھی یہی ہے مال حرام بود بجائے حرام رفت۔ دیکھا نہیں تم نے "نخاس" بن کیسے کیسے "ہلکی قدر" نظر آتے ہیں۔ آڑی ترچھی ٹوپیاں دئے ہوئے! یہ سب پیداوار ہیں اسی طبقے کی۔ جس نے غریبوں کا خون چوس چوس کر دولت کے انبار لگائے تھے۔ وہاں کے کھنڈروں سے بڑے بڑے "شیش محل" اٹھائے۔ لیکن زندگی بھر "خشکے کے درخت" نہ دیکھے کبھی۔!

ہاں۔ مہر کتنا سکھرایا ہے! پچاس لاکھ دینار سُرخ پر نہ مان جانا کہیں۔ اتنے کم مہر پر تو ہم غریبوں کے یہاں سودا ہو جاتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ فریقین میں سے کسی نے دینار سرخ تو دینار سرخ۔ دینار سبز بھی آنکھوں سے نہ دیکھے ہوں اصل معاملہ تو ہونا ہے دل کا۔ "فجر" کی نیت باندھ کر مغرب سے کے

وقت بھی "فجر" کی نماز پڑھی جا سکتی ہے ـــــ دولھا تو دُولھا، دلھن بیچاری کو بھی کبھی اس کا گمان نہیں ہوتا کہ مہر کا ایک حبہ کبھی ادا ہوگا ـــــ مگر "رنڈی" کا "مہر" تو "نو نقد" ہوتا ہے۔ وہاں ادھار کی گنجائش کہاں ـــــ اور یقین مانو ادھار ہوتا بھی ہے بالکل "مقراض محبت" ـــــ یعنی "القرض مقراض المحبت"

اب سوال یہ ہے کہ "پاندان" خرچ کے علاوہ کم از کم ڈیڑھ کروڑ نقد دینار سُرخ پر اگر توڑ نہ کر سکیں تو یہ نکاح و کاح بالکل فضول ہے ـــــ!

اتنی قیمتی آزادی کھو کر اگر اتنی حقیر رقم بھی حاصل نہ کر سکیں تو کیا فائدہ ـــــ! جانتی ہو ان کے محل میں پہونچکر تمہاری جوانی و رعنائی ایک ایسا خوبصورت گلدستہ بنجائے گی جو ایک خوبصورت اور زر نگار گلدان میں سج کر ڈرائینگ روم میں رکھ دیا جاتا ہے۔ جس کے پھول اس وقت تک سونگھے جاتے ہیں جب تک اُن میں تازگی و شادابی رہتی ہے ـــــ اور پھر مالی ان کی جگہ پر دوسرے نئے پھول لگا دیتا ہے ـــــ بالکل ایسی ہی مثال ہے تمھاری ـــــ نکاح تو ان امیروں کے نزدیک ایک مذہبی و سماجی عیاشی ہے ـــــ پھر رنڈی کے ساتھ نکاح کرکے تو آج کل لوگ ریفارمر بن جاتے ہیں ـــــ اخلاقی ریفارمر، سماجی ریفارمر ـــــ مذہبی ریفارمر ـــــ بے پناہ قربانیاں کرنے والا عملی

انسان ــــ جو بڑی سے بڑی سوسائٹی میں بیٹھ کر فخریہ طور پر کہہ سکتا ہے کہ میں نے ایک ڈوبتی ہوئی ناؤ کو سہارا دے کر منجدھار سے نکال لیا ــــ

کثیف گناہوں میں تیرتی ہوئی کشتی کو حوض کوثر کے ساحل پر کھینچ لایا ــــ معصیت اور گناہ کی پیشانی کو توبہ کے دروازے پر جھکا دیا ــــ ایک ایسی زندگی میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا جس کے سنبھلنے کی کوئی امید باقی نہ تھی ــــ ان کے اس ایثار پر ــــ اس گراں بہا قربانی پر انتہائی حیرت و استعجاب کا اظہار کیا جاتا ہے ــ سوسائٹی اور سماج آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہیں اس مجاہد اعظم کو ــــ!

لیکن میں تمہیں سے پوچھتا ہوں ــ کہ تمہارے کوٹھے پر آنیوالے کتنے عاشق ہیں جنہوں نے تمہارے گلے میں پڑے ہوئے پھولوں کے گجرے کو انگلیوں میں نچاتے ہوئے نگاہیں جھکا کر نکاح کی درخواست نہ پیش کی ہو گی ــــ پُر زور درخواست! جان پر بن جانیوالی محبت کا یقین ــــ اور یہ کہ اگر وہ تمہیں اپنا نہ سکے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے موڑ لیں گے اس عالم فانی سے! ملک جاودانی کی طرف!

ہو سکتا ہے اور غالباً ہو گا بھی یہی ــ کہ اس ہونیوالے نکاح پر تمہارے "وہ" تو کم راضی ہوں گے اور تم زیادہ! ضروری

بھی یہ تھا کہ اِس زرین موقع سے اس طرح فائدہ اُٹھائیں
تم ـــــ جیسا کہ اٹھانا چاہتی ہو ـــــ تمہارے پیشہ کے اعتبار
سے یہ عروج ایک "معراج" کا درجہ رکھتا ہے، پیشہ بُرا ہو
یا بھلا! بہرحال پیشہ پھر پیشہ ہے، اور ہر پیشے کے کچھ آئین ـــــ کچھ
حقوق ـــــ کچھ ذمہ داریاں ہوتی ہیں ـــــ تم پر بھی اپنے پیشہ کی
کچھ ذمہ داریاں تھیں ـــــ جنھیں تم نے کامیابی کے ساتھ نبھا دیا
اِس کمسنی میں ـــــ "کمسنی" میں نے غلط کہا! پُرانا وکیل اور
نئی رنڈی یہ تو مشہور مثل ہے۔ اگر یہ بھی کامیاب نہ ہوں
گے تو اور کون ـــــ؟ تمہاری یہ "کمسنی" یہی "نوجوانی" یہی "نوخیز
ہیں" انہیں کی تو قیمت ادا کرتی ہے دنیا! اِسی کمسنی پر
بُڈھوں کی مردہ رگوں میں نوجوانی کے سمندر موجیں مارنے
لگتے ہیں۔
اور حرص و ہوس کی آگ اسی طرح بھڑک اٹھتی ہے۔
جیسے بگڑے ہوئے "کلّے" کی لالٹین ـــــ!
پہلے مجھے تمہاری حماقت پر غصّہ آرہا تھا کہ ابھی سے
نکاح کے وبائی مرض میں کیوں مُبتلا ہو گئیں ـــــ کم از کم
آدھی عمر پر پہونچ جاتیں تو گنا ہوں سے تائب ہونے کی کوشش
کوئی نامناسب نہ تھی ـــــ لیکن پھر جلد ہی سمجھ میں آ گیا
کہ تم جو کچھ کر رہی ہو ایک رنڈی کو یہی کرنا چاہیئے۔

جوانی کی بہاریں ختم کر کے تو علے العموم رنڈیاں یہی کرتی ہیں ـــــ اور ان کے لئے ہیں بھی یہی دو راستے! یا تو اپنی جان ہبکر حقّہ لگائے بیٹھی رہیں چپ چاپ! یا پھر کسی مرد پاک باز "کو گانٹھ کر نکاح کر لیں ـــــ یہی مختصر انجام اور بس ـــ!

وہ چھوٹے راجہ تمہارے! بھول ہی گیا تھا میں ـــــ کہیں یہ بات تو نہیں ہے مگر کچھ بُرا خیال نہیں ـــــ ڈر ہے تو اتنا کہ ابھی وہ "کورٹ آف وارڈس" قسم کے نابالغ ہیں ـــــ اور یہ بھی سُنا ہے اڑتے پڑتے کہ ـــــ...... کچھ یونہی سے! بہر حال آباد تو تھی اُن کی کوٹھی تمہیں سب سے! خوب جنگل میں منگل ہے! جوانی اور دولت ـــ! دنیا نام ہی ہے انہیں چیزوں کا ـــــ اُن کے باپ بھی "دفینے" چھوڑ کر مرے ہیں زر و جواہر سے مالا مال خزانے! مبارک ہوں! زندگی میں رکھا ہی کیا ہے ـــ یہی سمجھایا ہو گا چھوٹے راجہ کو ـــ وہ خود بھی سمجھدار ہیں ماشاء اللہ! اگر اِن کی نگۂ انتخاب تم پر پڑ گئی ہے تو بس پار ہے تمہارا بیڑا جی ـــــ آدھی ریاست تو کہیں گئی نہیں ـــ اور جو کل علاقہ مل جائے تو اللہ کی دین سمجھنا چاہیئے ـــ

مگر ـــــ میں داد دوں گا تمہاری ذہانت کی ـــ انسان

کی زندگی میں ایسے موقع کم ہی آتے ہیں ـــــ اِس عظیم الشان دنگل میں جہاں تمہاری جیسی بہتیری رنڈیاں اپنی زندگی کا مستقبل تلاش کر رہی تھیں تم نے سب کو شکست دیدی، " ظاہر اثار" تو چھوٹے راجہ ہی کی ہوئی لیکن سچ پوچھو تو تم نے ان تمام رنڈیوں کو ہرا دیا جو اپنی گھنیری زلفوں کے جال میں راجہ کو پھانس رہی تھیں!! ـــ مجھے تم سے اور تمہارے دلچسپ واقعات سے دن بدن دلچسپی بڑھتی جا رہی ہے، لیکن ڈرتا ہوں رانی صاحبہ کہیں ناراض نہ ہو جائیں آپ! یا کچھ اور نہ سمجھ بیٹھیں ـــ بدگمانی اور غلط فہمی عورت میں ایک ایسا عیب ہے جس طرح مور کے جسم میں پاؤں ـــــ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ رانی صاحبہ اپنے خیالات بدل کر جنّت سے دوزخ کی طرف آ جائیں بلکہ میں کچھ اور عرض کر رہا تھا ـــــ کہاں سے کہاں پہنچ گئی بات!" نکاح" تو کر رہی ہو جیسے ـــــ اور اس کے بعد ظاہر ہے کہ پردہ بھی کرنا ہی پڑے گا۔ یہ اودھ کے رئیس چاہے ترقی کر کے اپنی جوان لڑکیوں تک کو بے پردہ کر دیں ـــــ لیکن نکاحی رنڈی کو سات پردوں میں چھپا رکھتے ہیں ـــــ کیا مجال کوئی نوکر تک جھلکی دیکھ لے! عزیز تو عزیز ـــــ! پھر ـــــ یہ بحث کہ ناچ بُرا ـــــ گانا بُرا ـــــ بالکل فضول بحث نہیں تو کیا ـــــ تمہارے لئے بھلا ہوا تو کیا

اور بُرا ہوُا تو گیا ــــ ہم سے گیا جگ سے گیا ـــــ!

اُس دن وہ مِل گئے تھے سرِ راہے ـــ!

بڑے دار وغہ جی ــ! بابو را مشیور سہائے ۔ شاید نہیں تمہارے ارادوں کی خبر نہیں ہے ابھی ـــــ چھوٹے راجہ کی حد سے گذری ہوئی بدچلینیوں کا رونا رو رہے تھے ۔ اور ــــ کہہ رہے تھے سارے علاقہ کی ستیاناس مار دی ہے کمبخت نے ـــــ دن رات اوباشس مزاجوں کا جمگھٹ رہتا ہے ــــ یہ بھی کہتے تھے کہ راجہ صاحب نے مجھے بھی مصاحبین میں شامل کرنے کیلئے بُلایا تھا ــــــ میں نے کہا: ـ سرکار! اس سفیدی میں سیاہی نہ لگائیے بڑھاپے میں ـــــ نہیں تو کہیں کا نہ رہوں گا ـــــ بڑے مزے کے آدمی ہیں یہ بھی ــــ! لیکن عملی کم اور زبانی زیادہ ـــــ کچھ زیادہ باتیں نہ ہو سکیں! ساڑھیاں خرید رہے تھے ــــ کہیں تمھاری قسمت تو نہیں چمک گئی ــــــ مگر تھانیداری چھچے گی خوب تم پر!

آج کل ــــــ نئی دلی کی ایک صاحبزادی بُری طرح پیچھے پڑی ہیں ـــــ روزانہ ایک لفافہ آتا ہے اُن کا ــــ میرے افسانے پڑھکر ــــ نہ جانے کیوں ــــــ میں نے بار بار لکھا کہ ابھی تمہارے یہ دن ایسے خطوط لکھنے کے نہیں ہیں ـــــ مطلب یہ کہ ذرا ــــ ویسے! تمہیں تو صبح سے شام تک درجنوں

ساڑیاں بدل بدلکر ــــ نئی نئی طرح سے بال بنا کر ایک خاص ادا کے ساتھ بار بار کالج کی گیلریوں سے گذر جانا چاہیئے اور بس؟

دنیا جانتی ہے کہ ہندوستان ایسے مفلس ملک میں چالیس کروڑ انسانوں کی اوسط آمدنی مشکل سے دو آنے روز ہوگا ــــ پھر یہ ڈیڑھ آنے روز کے لفافے لکھنا ــ غریبوں کیسا تھ ــــ.... ناانصافی اور حق تلفی نہیں تو اور کیا ہے ــــ حساب لگاؤ تو روزانہ ایک لفافہ لکھدینے کے معنی یہ ہوئے کہ مشکل سے کچھ پائیاں باقی بچتی ہیں۔ انہیں میں کھانا ــــ پینا ــــ مرنا ــــ جینا ــــ سب کچھ ــــ!

کالج کی لڑکیوں میں اب یہ وبا عام ہوتی جا رہی ہے کہ فلم ایکٹروں ــــ شاعروں اور افسانہ نویسوں پر جان دیتی پھریں ــــ!

خیر فلم ایکٹر تو ہو سکتا ہے کہ اپنی اداکاریوں سے ان کو مسحور کر لیتے ہوں ــــ یہ بھی ممکن ہے کہ "خرچی" پر مشاعرے پڑھنے والے نوجوان اپنے ترنّم سے دیوانہ کرلیں ــــ مگر ہم لوگ سیدھی سادھی کہانیاں لکھنے والوں کے پاس بجز الفاظ کے کیا رکھا ہے ــــ جس پر کوئی جان دے ــــ

ہم لوگ آج کل کے لکھنے والے ایک قسم کے "اعصابی

ادیب" ہوتے ہیں — جن کی کہانیوں میں مٹیرئیل کم اور کیفیات زیادہ ہوتی ہیں — ہمارے افسانے اور ان کے دیدہ زیب ورنگین مجموعے یوں سمجھ لو کہ "فلم" سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے ایک بار دیکھ لیا — کافی! ہم لوگوں کے ہلکے پھلکے "رومان" — "طلسم ہوش رُبا" کی طرح کے محیّر العقول کارنامے تو ہوتے نہیں — جن کے خاموش خوابوں کی تعبیریں صدیوں بعد ہونے والی کوئی "جنگ عظیم" پیش کر سکے۔

یہی روزمرّہ کے گذرے ہوئے واقعات، بیتی ہوئی باتیں اور مشاہدے ہمارے "رومانس" کی جان ہوتے ہیں جن میں کچھ نفسیاتی کیفیّات کی چھان بین کر کے "اعصابی ادب" بنا دیتے ہیں ہم لوگ —!

لاحول ولاقوۃ — کہاں کی لایعنی بحث چھیڑ دی میں نے — تم لاکھ ادبی اور بلند مذاق عورت سہی! پھر بھی ایک عورت ہی تو ہو، ایسی عورت جس کے دل و دماغ پر تجارتی "نکاح" کی تخیلی کائنات کا تسلّط ہے!

آج کل تمہیں یہ سب کچھ سوچنے کی فرصت کہاں! تم تو یہ سوچ رہی ہو گی ان دنوں کہ جب ایک چپ چپاتی اور خاموش شام میں تمہارا نکاح ہو چکا ہو گا اور تم اپنے "ان" کو شریعت اور قانون کے جال میں پھانس چکی ہو گی — تو تمھاری

قسمت کتنی قابلِ رشک تقدیر بن جائے گی ـــــ بیشمار دولت
کے انبار تمھارے ان قدموں سے ٹکرا رہے ہوں گے جن کی
ساری زندگی، ایک مستقل جھنکار رہ چکی ہے، گھونگھروؤں کی
جھنکار بھی تو ایک جھنکار ہی تھی ـــــ اور اب یہ "سنہری جھنکار"
ایک ارتقائی شکل ہے اِس کی ـــــ

تمھارے اِس نکاح میں کیا کوئی بھی نہ ہوگا ـ بس انہیں
راجہ کے دسترخوان کے چند مگس رَان مصاحبین ـــــــ دو ایک
خدمت گار ـــــ اور مولوی جن کا پیشہ بھی تمھارا جیسا ہے ـ فرق
اتنا ہے تم میں اور اُن میں کہ تم انسانوں کو دھوکہ دے کر اپنی بے
بسی کا اقرار بھی کر لیتی ہو ـــــ اور یہ خدا کو دھوکہ دیکر بھی گناہوں سے
تائب نہیں ہوتے ـــــ تم دن دھاڑے سُرخی اور پاؤڈر تھوپ
کر ڈاکے ڈالتی ہو ـــــ اور یہ رات کی تاریکیوں میں اپنی گھنی
داڑھی کی آڑ لیکر انسانیت ـ مذہب ـــــ سماج ـــــ اور اِس
خدا کو دھوکہ دیتے ہیں جو اُن کے نزدیک جبّار بھی ہے اور قہّار
بھی ـــــ رحیم بھی ہے اور منتقم بھی ـــــ!

مگر ـــــ کیسا قہّار جس کے قہر وغضب کی آگ خود ان مولویوں
پر ٹھنڈی ہو جاتی ہے ـــــ! کیسا منتقم جس کے انتقام کی بے آواز
لاٹھی سے کسی مولوی کا سر نہیں پھوٹتا ـــــ اور پھوٹے بھی تو کیسے
نا! یہ جنت اور دوزخ کے ٹھیکیدار ـــــ!

بہرکیف! راتوں رات چھپ چھپا کر نکاح ہوگا ۔ مہر کی نقد تھیلیاں تو تمہاری " باجی جان " نے کر تم سے روٹھ جائینگی ۔۔۔ اور تم زندگی بھر اُن کا منہ نہ دیکھنے کی قسم کھاؤگی ۔

ہاں! وہ " کابین نامہ " اور دستاویز بھی جو آنیوالی ساعتوں میں تمہیں آدھے علاقہ کا حقدار ثابت کریں گے ۔ غلطی سے تمہاری انھیں روٹھی ہوئی " باجی جان " کے اٹیچی کیس میں چلا جائیگا جن کو تم قیامت تک کیلئے چھوڑ چکی ہوگی ۔۔۔!

پھر کیا ہوگا ۔۔۔؟ تم ہوگی اور تمہارے " وہ " ! تمہاری گوری گوری باہیں ان کے گلے میں ہوں گی اور ہلکے ہلکے شوخ طمانچے ان کے گالوں پر ۔۔۔!

دوسرے دن صبح کو نکلنے والے تمام اخبارات میں تمہاری اور تمہارے راجہ کی تصویریں ہوں گی ۔ اس مفصل کہانی کے ساتھ جو رات کو تمہاری " باجی جان " اخباری نمائندوں کو پہنچا چکی ہوگی ۔۔۔

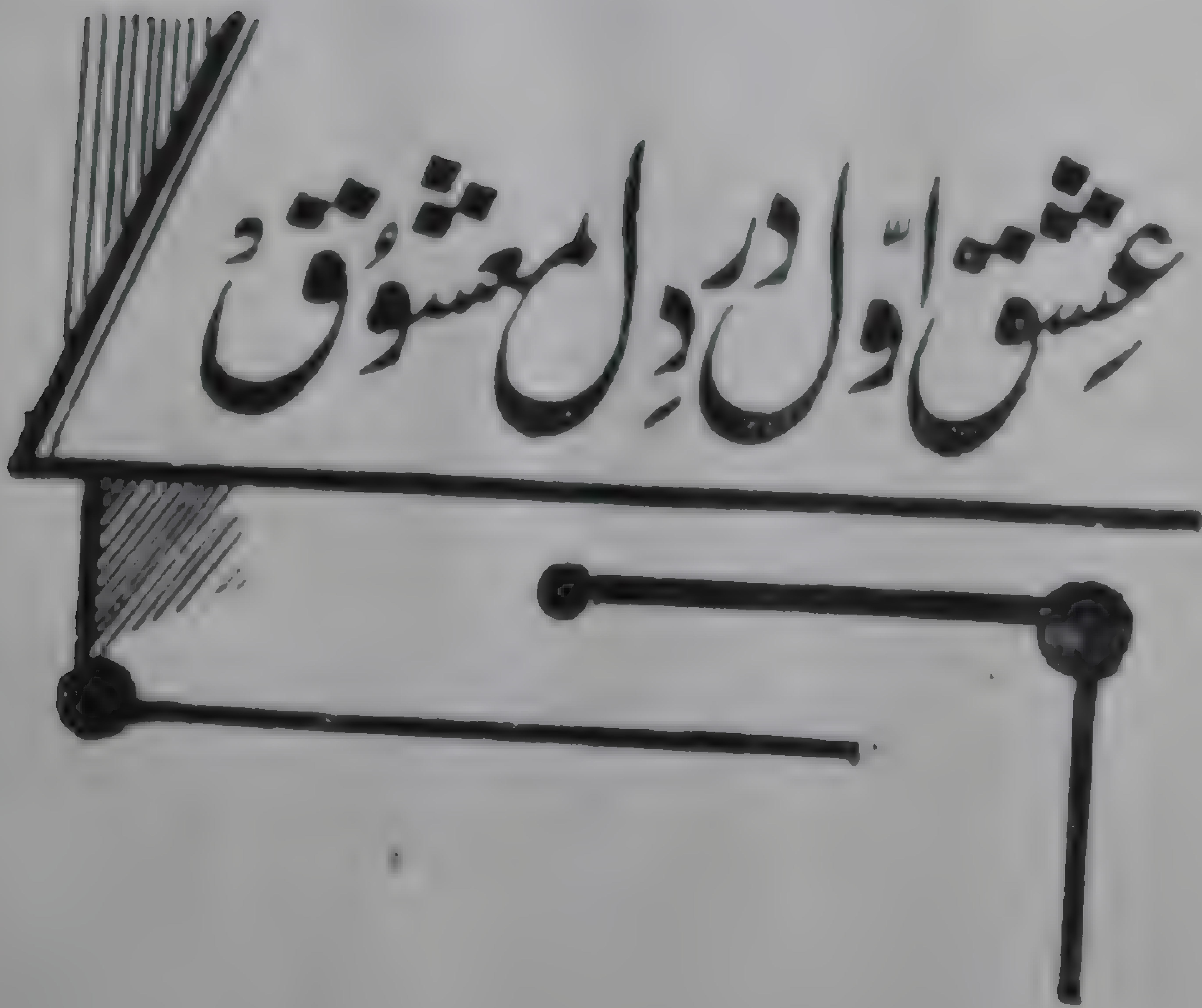
کچھ اخبار ۔۔۔ تعریف کریں گے راجہ کے ایثار کی ۔۔۔ اور کچھ گالیاں دیں گے ۔۔۔ کچھ گورنمنٹ سے باادب درخواست کریں گے کہ ایسے نالائق راجہ کو گدی سے اتار دیا جائے ۔ بعض کا خیال ہوگا کہ گورنر صاحب اس شادی کو اپنے امتیازی اختیارات سے منسوخ کردیں! پہلے تو کچھ گھبرائیں گے سرکار! پھر راج ہٹ

پرانر آئیں گے۔ ڈیوک آف انڈسر کی طرح ۔
تمہاری والہانہ محبت میں کچھ اور جوش پیدا ہو گا۔
ویسا ہی جوش جیسا سوڈا واٹر کی بوتل میں پیدا ہو جاتا ہے اکثر ۔!
کہو ہو گا ——— نا یہی! دیکھ لینا جو سر موفرق آجائے ۔!
تھک گیا لکھتے لکھتے ۔ پڑھتے پڑھتے گھبرا جاؤ گی۔
تم بھی! یہ کھری کھری باتیں تم کو بری تو نہ لگیں گے! ۔ جانتی ہو
کہ جو میرے دل میں ہوتا ہے وہی زبان پر ۔ اور اگر تم یقین نہ
دلا چکتیں کہ میری بات تم کو بری نہیں لگتی ۔ تو یہ سب کچھ زبان
سے قلم پر بھی نہ آتا ——— نیز اگر کچھ برا لگے تو معاف کر دینا۔!
تعجب ہے کہ مجھ سے تو اتنا مفصل خط چاہتی ہو کہ لکھنے
والے تھک جائیں اور پڑھنے والے گھبرا اٹھیں ———
مگر ——— خود جو حکیم جی کا نسخہ لکھتی ہو تو ——— یہ
کیوں!
ارے بھئی جو کچھ بھی لکھو۔ صاف صاف لکھا کرو ۔
——— تمہاری ان پہیلیوں سے میرا جی گھبرا جاتا ہے ۔ ذرا غور
سے پڑھکر مفصل لکھو ........ کہ ......!
اچھا تو خاک نہیں ہوں ۔ لیکن موت بھی آتی نظر نہیں
آتی! حکیم صاحب کہتے ہیں جگر کا روگ ہے ——— ڈاکٹر صاحب
دل کی بیماری بتاتے ہیں ۔ قریب قریب بات ایک ہی ہے

یعنی موت کی دنیا میں دونوں راستوں سے پہونچ سکتے ہیں
تمہاری " باجی جان " کیا کہتی ہیں۔ خفا تو نہیں ہیں چہیتی بہن پر
ضرور خوش ہوں گی کہ دو دن میں کایا پلٹ ہونیوالی ہے۔
اسی ادا سے " جھک جھک سلام کرنا میری طرف سے اور مبارکباد
دینا اِس نکاح پر۔

اس ہفتے میں باہر نہ جاؤں گا۔ مگر تمہاری طرف بھی نہیں
آسکتا۔ خدا کرے تم سب خیریت سے ہو۔

## تیسرا خط ——— ۳



تا نہ سوزد شمع کے پروانہ شیدا میشود
عشقِ اوّل در دلِ معشوق پیدا میشود

ارے اُن صاحبزادے سے نکاح کر رہی ہو جو شاید پولیس کے بل بوتے پر عشق لڑانے آئے تھے! اس دن — نہایت رازدارانہ طریقہ پر تھانیداروں سے کچھ کہہ رہے تھے — میں نے سوچا کہ ہوں گے کوئی ایک سو نو کے گنڈے —! پولیس والے تو ایسے شکاروں کی فکر میں ہی رہتے ہیں، مجھے کیا ضرورت جو میں دخل در معقولات کروں — نام تو کچھ بھلا سا تھا شائد! — " زاهد " یہ بھی سنا کہ بی۔ اے کر کے " لا " کر رہے تھے ۔۔۔۔۔۔۔۔!

کہ ناگہاں کسی رنڈی پر عاشق ہو کر فارغ التحصّیل ہو گئے۔ تو یہ کہیئے وہ آپ ہی ہیں —؟ جن کے تیر نگاہ نے صاحبزادے کا سینہ چھلنی کر دیا — اللہ اللہ رے نگہ داریاں آپ کی — یعنی کہ آپ بھی بُری طرح تباہ ہیں اُن کے پیچھے — جو نہ کہیں کا راجہ نہ کہیں کا رئیس — نہ کسی علاقہ کا تعلقدار — نہ سیٹھ نہ ساہوکار — بلکہ اُلٹا مہر بھی آپ ہی کو ادا کرنا پڑے گا — اور شاید نان نفقہ تو دے رہی ہون گی

آپ ۔۔۔! عجیب معمّہ ہو تم بھی! یہ کہاں کی سُوجھی ۔۔۔ کمسنی اور نکاح تو خیر ہو سکتا تھا ۔۔۔ مگر یہ کمسنی اور عشق ۔۔۔ کیا مطلب ہے تمہارا ۔۔۔ پھر صاحبزادے کے پاس پلّے بھی کچھ نہیں۔ ۔۔۔ شائد گھر سے بھی نکالدیئے گئے ہوں گے ۔۔۔ پڑھنا لکھنا تو چڑھ ہی چکا تم پر! ۔۔۔ اب رہی عزّت "سادات" وہ بھی تمہاری عشق کی نظر ہونیوالی ہے!

اُس دن جو سوٹ پہن کر آئے تھے ۔۔۔ مانگے کا معلوم ہوتا تھا۔ یا کرایہ پر لائے ہوں گے کہیں سے ۔۔۔ ممکن ہے تم پر عشق کا جادو چلانے کے لیئے یہ دھج نکالی ہو ۔۔۔ کام کر گئیں ان کی ادائیں ۔۔۔!

وہ جو تم گا رہی تھیں "تقدیر" کا گانا ۔۔۔ بڑے اور چھوٹے داروغہ جی کے ہاتھ جوڑ جوڑ کر ۔۔۔ اب سمجھا ۔۔۔ "بابو دروگہ جی" سے انہیں کی بھیک مانگی جا رہی تھی ۔۔۔ واقعی کتنے جذبات اور کیفیات میں ڈوب کر گا رہی تھیں اُس وقت۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اس وقت یہ محبت کی بھیک مانگی جا رہی تھی تو یقین مانو ۔۔۔ ضرور ان سے کہہ دیتا ۔۔۔ تمہارے اطمینان کی داد دیتا ہوں کہ تم نے "زاھد" کی طرف نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھا محفل میں ۔۔۔ کیسا عجیب و غریب واقعہ ہے یہ! اب جوں جوں غور کرتا ہوں تمہارے گانوں کا مطلب سمجھ میں

آتا جا رہا ہے ــــــ " بابر " کا جو فلمی گانا گایا تھا۔ جُھک جُھک سلام،
تجھ کو کروں میں سلام۔ پپیہا جُھک جُھک سلام " یہ بھی التجائیں
تھیں ــــــ تمہاری آنکھوں میں کچھ آنسو بھی چھلکتے سے نظر آئے
تھے! ویسے ہی آنسو جو اکثر رنڈیاں ایکٹنگ کے کمال میں چھلکا لیتی
ہیں ۔! لیکن ان آنسوؤں میں جو چمک تھی کیا سچ مچ کچھ تھا
ان میں ــــــ!

ــ وہ چھوٹے راجہ کے مظالم کیا تھے جن پر مجبور ہو کر پولس
کی مدد چاہی تم نے ــــــ اور تمہارے زاہد نے ــــــ
ادھوری بات لکھ کر خدا کیلئے غلجان میں نہ ڈال دیا کرو۔
ــــ صاف صاف کیوں نہیں لکھا کہ چھوٹے راجہ تیار تھے
ــــ مگر تم نے ٹھکرا دیا انہیں ــــ!
اپنے " پیشے " سے تمہیں نفرت! کیسی عجیب و غریب
باتیں لکھ ڈالی ہیں تم نے! یہ کیوں ــــــ؟ کیا آج کل لڑائی کی وجہ
سے کاروبار اچھا نہیں چلتا تھا ــــــ گرانی کی وجہ سے کچھ سرد
بازاری ہو گئی تھی کیا! یہ مصیبت تو عالم گیر پریشانی ہے " مرگ
انبوہ جشن دارد " جو سب کا حال وہ تمہارا ــــ اس میں گھبرانے
کی کیا بات! بلکہ میرا تو خیال یہ ہے کہ اِس وقت بھی " فوجیوں "
کے بعد سب سے زیادہ آرام میں تمہارا ہی طبقہ ہے ــــــ روزانہ
کتنے ہی فوجی چھوٹتے ہیں ــــ بڑے اچھے دام دیتے ہوں

گے ـــــ!

تم نے خود لکھا ہے کہ زاہد کی مالی حالت اس قابل نہیں ہے کہ ـــــ پھر آخر کیوں ـــــ؟ سر پھر گیا ہے تمہارا ـــــ اگر گرانی کے مصائب نے پیشہ سے نفرت دلائی ہے تو زاہد کا انتخاب کس نظر سے کیا گیا ـــــ خود تم نے کتنی کمائی کر رکھی ہے جس پر زندگی لٹ جائیگی تمہاری اور تمہارے زاہد کی ـــــ

اور اس کے بعد پھر کیا ہوگا ـــــ؟ یہی نا ـــــ کہ میاں صاحبزادے تمہارے لئے شکار تلاش کرتے پھریں گے ـــــ

اس شہر میں کتنی ہی رنڈیاں خانگی بن کر مسافروں کو لوٹا کرتی ہیں ـــــ اور ان کے دلال تمام ہوٹلوں میں یہی پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ فلاں نواب کی لڑکی ہے ـــــ فلاں رئیس کی بہو ہے ـــــ اور یہ شوقین تماشبین انہی جھانسوں میں پھنس کر اپنی کمائی لٹا دیتے ہیں ـــــ کتنے احمق ہوتے ہیں یہ لوگ جو شریفوں کے نام کے ساتھ بدکاری اپنے لئے قابل فخر سمجھتے ہیں ـــــ

کاش ـــــ انہیں معلوم ہوتا کہ ان شریفوں، نوابوں اور رئیسوں کی چوکھٹ پر بھی پہونچنا ان کیلئے محال نہیں محال ہے ـــــ تو عنقریب تم بھی کسی نواب کی صاحبزادی بنا دی جاؤ گی ـــــ اور تمہارے وہ کسی چوراہے پر کھڑے ہوئے

تمہارے لئے کوئی "تلاش کر رہے ہوں گے۔"!
عشق" ہو سکتا ہے۔ زاہد نے تم سے تفریحاً عشق کیا ہوگا
۔ آج کل کالجوں میں سکھایا ہی یہی جاتا ہے۔ ننانوے
فیصدی لڑکے کالج پہونچکر کسی نہ کسی لڑکی سے رومان ضرور
لڑاتے ہیں ۔۔۔
تم نے دیکھا نہیں یہ ہزاروں فلم کمپنیاں جو آئے دن۔
عاشقانہ فلم بناتی ہیں ۔۔۔ ان کی کھپت کہاں ہوتی ہے۔
لکھو کھا نوجوان لڑکے اور لڑکیاں انہیں دیکھ کر کس نتیجہ پر پہنچتی
ہوں گی سوچو تو ۔۔۔
لیکن کیا رنڈی ہر ایک محبت کا یقین دلانیوالے تماشبین
کی محبّت کا جواب دینے پر بھی مجبور ہے ۔۔۔ "جواب" اگرمجھو شیوں
کا جواب تو دینا ہی پڑتا ہے ہر ایک رنڈی کو ۔۔۔ مگر میں پوچھتا
ہوں کیا سچ مچ محبّت کا جواب دینے کے لئے بھی مجبور ہے رنڈی
؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ان صاحبزادے کے پچکے ہوئے
گالوں۔ دھنسی ہوئی آنکھوں اور نیم آبنوسی رنگت نے کون سا
تیر مار دیا ہے تمہارے جگر پر ۔۔۔ ؟
اس کا جواب یہی دو گی شاید کہ محبت میں حسن کا معیار
کچھ بھی نہیں ۔۔۔ خوبصورتی کا پیمانہ کوئی نہیں ۔۔۔ دل کے آنے
کے ڈھنگ اور ہی ہیں ۔۔۔ بیشک اگر محبت نے تمہاری آنکھوں

پر ایسے ہی پردے ڈال دیئے ہیں۔ تو بسم اللہ ——!

تم نے زاہد سے اور زاہد نے تم سے محبّت کی —— یقیناً کچھ عہد وپیمان بھی ہوئے ہوں گے —— اور نئے فلمی انداز کے عہد وپیمان جو تم لوگوں نے کسی تازہ فلم سے چُنے ہوں گے مخصوص لہجے میں مخصوص فقرے! کچھ دزدیدہ نگاہی ہوگی —— کچھ اضطراب —— کچھ ایکٹنگ —— اور پھر محبّت کا ڈرامہ شروع ——!

میں یہ نہیں کہتا کہ عشق جھوٹ ہے —— محبّت ٹکر کا نام ہے! —— لیکن ایک آدھ بال جو سفید ہونا شروع ہوگئے ہیں میرے —— وہ دھوپ میں سفید نہیں ہوئے! کاش تم میری نگاہوں سے ان صاحبزادے کو دیکھتیں جن کی والہانہ محبت نے بقول تمہارے "تمہاری دنیا بدل دی ہے" تو نظر آتا تمہیں کہ ان میں "عاشق" ہونے کے جراثیم کہیں سے بھی نہیں پائے جاتے —— عشق اور محبت کرنے کا جذبہ کہیں سے بھی نظر نہیں آتا اُن میں —— ممکن ہے وہ تمہارے لئے ایک کامیاب "راسپوٹین" ثابت ہوا ہو ——! لیکن محبت کی پیاس بجھانے کے لئے وہ تمہیں کوئی بھی جام نہ پیش کر سکیگا ——!

"نکاح" ممکن ہے تم اپنے خیال میں اس سے کر لو —— مگر یہ آج کل کے شریف زادے ذرا کم اس قسم کی حماقتیں کرتے ہیں، وہ خوب سمجھتے ہیں کہ نکاح کی مجلسی اور قانونی

حیثیت کیا ہوتی ہے! پھر کسی رنڈی کے ساتھ نکاح کر کے وہ
بی۔اے۔۔۔ ایم۔اے کی ڈگری کو کس چولھے میں جھونک
دیں گے ۔۔۔! تمہیں کیا معلوم ہے کہ آج کل بی۔اے اور ایم۔اے
کی ڈگریاں کس لئے حاصل کی جاتی ہیں ۔۔۔ یہی ڈگریاں انہیں
مالدار سے مالدار بیویاں دلانے کیلئے کتنا کامیاب نسخہ
ثابت ہوتی ہیں ۔۔۔!

تم جیسی خاندانی لڑکی کسی سماجی فریب کا شکار بھی نہیں کہی
جا سکتی جو یہ سمجھ لو کہ مردوں سے انتقام لینا مقصود ہے ۔۔۔
تمہاری کتنی پشتیں گذر چکی ہیں اسی کثیف ماحول میں ۔۔۔
سماج یا سوسائیٹی کا شکار نہیں ہو تم! جس کے دل و دماغ
میں "مردوں" کے خلاف منتقمانہ جذبات کی زہریلی گیس سرایت
کر چکی ہو ۔۔۔ آخر پھر کیوں پیشہ سے نفرت ۔۔۔؟ ہو سکتا ہے
کہ تم زندگی کی ہوس کاریوں سے عاجز آ گئی ہو ۔۔۔ یہ بھی تسلیم
کہ سکونِ زیست ہر ذی روح کا پیدائشی حق ہے ۔۔۔

یہ بھی مان سکتا ہوں کہ ہر رنڈی طبعاً رنڈی نہیں ہوتی
لیکن تم مجھے یہ سمجھانے میں کامیاب نہ ہو سکیں کہ ایک خطرہ
سے بچنے کیلئے دوسرا خطرہ مول لینا کوئی بہت بڑی دانشمندی
ہے ۔۔۔ جلتے ہوئے جہاز سے جان بچانے کے لئے سمندر کی
انتہاہ گہرائیوں میں ڈوب مرنا عقلمندوں کا کام نہیں۔ ۔۔۔ اور پھر

ایسی صورت میں جب کہ پشا دی، کے کوئی گُر بھی اُسے معلوم نہ ہوں —!

تالی ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے — تمہاری محبّت لاکھ سچّا عشق سہی — لیکن زاھد میں اِس عشق کو خوش آمدید کہنے کی مطلق صلاحیّت نہیں — جوانی — جوشِ محبّت کا اُبھار — ان کی عمر ہی گیا، دوچار مہینے نہ سہی۔ یہی سال بھر سمجھ لو — پھر اس کے بعد۔

ناکامیاب ڈاکٹر اور ناکام رنڈی کا انجام یکساں ہوتا ہے۔ جب کوئی ڈاکٹر بےحد و حساب قبرستان آباد کر لیتا ہے تو اس کی قبر بھی وہیں کہیں بن جاتی ہے — اور ناکام رنڈی! جانتی ہو اس کا حشر یا تو کسی گنڈے کے ہاتھ پنجاب کے کسی سرحدی دیہات میں فروخت ہو جاتی ہے! یا "نکٹی نصیبن" بن کر دکان سجانے پر مجبور ہو جاتی ہے —!

چوک اور چکلے کے دروازے ہمیشہ کے لئے اس پر بند ہو جاتے ہیں — میرا مطلب یہ نہیں کہ تم "نکاح" کی دنیا سے منحرف ہو کر معصیت کی خانقاہ میں آ جاؤ — ہرگز نہیں — ہرگز نہیں — لیکن تمہیں اپنے فیصلے پر نظرِ ثانی ضرور کرنی چاہیئے —! شائد تم یہ سمجھی ہو کہ میں نکاح کے بارے میں کہہ رہا ہوں — نہیں نہیں — خدا کرے ایسا کبھی نہ ہو! شمع محفل کی بجائے

بہت ہی جلد تم زینت خانہ بنو ـــــ لیکن یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے ـ کہ تم اپنے اس اعلیٰ اور عظیم مقصد کو عشق و محبت کی فریب کاریوں میں تباہ کر دو ـــــ یا سمجھ بوجھ کر قدم اٹھاؤ ـــــ!

عورت عشق کر سکتی ہے ـ محبت نباہ سکتی ہے ـــــ لیکن رنڈی عشق کرنے کے بعد بھی محبت کو نباہنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ـــــ اور اگر محبت نباہنے کا عزم سنبھالے تو بھی اعتبار قائم نہیں کر سکتی ـــــ!

فرض کر لو کہ تمہاری محبت کا جواب محبت ہی میں مل رہا ہے تو یہ کیسے یقین کر لیا جائے کہ تمہارا اعتبار اور اعتماد بھی زاہد کی نگاہوں میں ویسا ہی ہوگا ـــــ جیسا کہ ایک بیاہتا بیوی کا ہونا چاہیئے ـــــ!

بہت برا لگا ہوگا تمہیں ـــــ کہ میں نے رنڈیوں کو عورتوں کی صنف سے الگ کر دیا ـــــ! قدرت کی صناعی میں معاذاللہ تحریف کی جسارت کی ـــــ لیکن نہیں ـــــ ایسا ہی ہے ـ عورت عورت سے رنڈی ـــــ ہو سکتی ہے ـ مگر رنڈی، رنڈی سے عورت نہیں بن سکتی ـــــ! سمندر سے ندیاں ـــــ ندیوں سے نہریں ـــــ اور نہروں سے چھوٹے چھوٹے گندے نالے نکال دیئے جاتے ہیں ـــــ موجوں کی روانی سب میں ہوتی ہے چاہے ہلکی ہی کیوں نہ ہو ـــــ لیکن کیا گنگا اور جمنا سے نکلتے ہوئے چھوٹے چھوٹے

کثیف نالے ہمارے گناہوں کو کیا اِسی طرح پر دھو سکتے ہیں جس طرح خود گنگا وجمنا —!

یقیناً تم میں نسائیت کا مرہمی ارتعاش موجود ہے —! تمہارے خدوخال ان کیفیات کے حامل ہیں جن کو عورت نے حاصل کیا ہے — تمہارا جسم اور تمہارے اعضا بھی عورتوں کے ہیں ہیں۔ مگر تخیلات کی ارتقائی منازل سے گذرے ہوئے — یا انحطاط کے آخری درجہ پر —!

تمہاری دل فریبیوں میں رعنائی ہے، دلکشی ہے — جاذبیت ہے، لیکن ایک مٹی کی ڈلی کی طرح — کتنے مردوں کی آغوش نے تمہارے جسم کے تاؤ کو دھیمی آنچ اور تیز آنچوں میں تپا کر تمہاری ساری نسائیت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ہے —!

"مردوں کی آغوش" پر تم ضرور مسکرائی ہو گی اس لئے کہ شاید نادانستہ طور پر میرے قلم سے یہ فقرہ نکل گیا ہو — نہیں — جہاں میں نے تم کو عورت کی صنف سے الگ دیکھا — بالکل ویسے ہی میں اس مرد کو مرد نہیں کہتا جس نے عورت کو عورت سے رنڈی بنایا — جس نے اخلاق — تہذیب — انسانیت — اور دنیا کی سب سے لطیف کائنات کو مٹا دیا — جس نے سماج اور سوسائٹی کی آڑ لیکر عورت کے جمال آبرو پر ڈاکہ ڈالا —

جس نے عورت کو رنڈی کا کفن پہنا کر اپنی نکمّی مردانگی کے جوہر دکھائے
۔ کیا وہ مرد مرد کہا جا سکتا ہے ۔۔۔؟

"پولیس والوں سے کہہ دوں کہ وہ اس راجہ کے شیطانی
پنجہ سے نجات دلا کر تمہیں زاہد کی پرہوس فریب کاریوں پر بھینٹ
چڑھاویں ۔۔۔"

بہت خوب! وعدہ ہی کر چکا ہوں تم سے ۔۔۔ بے سمجھا بوجھا!
وعدہ ۔۔۔ خیر نبھاؤں گا ۔۔۔ سمجھتا ہوں کہ تم "خودکشی" کر رہی ہو
۔۔۔ اور مجھ سے یہ چاہا جا رہا ہے کہ میں ریشم کی رنگین رسّی کا
پھندا تمہارے گلے میں ڈال دوں ۔۔۔ تمہیں موت کے جہنّم میں
ڈھکیل دوں ۔۔۔ ایسے آغاز کی طرف کھینچ لے جاؤں جس کا انجام
۔۔۔ ایک ہولناک انجام ہو! تمہیں اس خیالی سمندر کے
قریب پہنچا دوں ۔۔۔ جہاں کی ریگستانی آندھیاں طوفانی
موجوں کی طرح لہرا رہی ہوں ۔۔۔ سراب کے اُس گھاٹ پر کھڑا
کر دوں لے جا کر تمہیں ۔۔۔ جہاں تمہاری سوکھی پیاس ایڑیاں رگڑ
رگڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بجھ جائے ۔۔۔ ایسا ہی ہوگا، نبھاؤں گا
بات ۔۔۔ یہ سمجھ کر نبھاؤں گا کہ ایک گناہ کر رہا ہوں ۔۔۔!
ایک ایسا جرم ۔۔۔ جس کی سزا سزائے موت بہت کم ہے ۔۔۔!
مجھے معلوم ہے کہ راجہ کے جال سے نکل کر تم نفتانے کے
ڈراؤنے پنجرے میں قید ہو جائے گی ۔۔۔ یہ ہوگا تمھاری خود

کشتی کا ایک سنبھالا ــــ تھانے کی ہر ہر در و دیوار آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تمہارا انتظار کر رہی ہے ــــ بہت سی للچائی ہوئی نگاہیں نظر براہ ہیں ــــ تمہارے لئے ــــ !

یہ نہ سمجھنا کہ پولیس کی امان میں پہونچکر تمہاری نفرت خیزیوں میں کوئی ٹھہراؤ پیدا ہو جائیگا ــــ تم کسی پُر سکون کنارے سے لگ جاؤ گی ــــ ایسا نہیں ہے ــــ زاھد کی آغوش بسانے سے پہلے تمہیں تھانے کی ریگستانی گودوں میں بھی تڑپنا ہو گا ــــ ! اپنی بیقراریاں مٹانے کے لئے تمہیں بہت سے لوگوں کو قرار کی نیند سُلانا ہوگا ــــ

تمہیں اپنی آنکھوں سے محبّت کے آنسو خشک کرنا پڑیں گے ــــ پہلی سی مسکراہٹیں اپنے ہونٹوں میں پھر بلانا پڑیں گی ــــ تھانیداروں ــــ منشیوں ــــ یہاں تک کہ سپاہیوں کی پیاس بھی بجھانا ہو گی تمہیں ــــ تب جاکر کہیں تم پہنچو گی : اپنے "اُن" کی گود میں ــــ

بڑے داروغہ ــــ اور چھوٹے داروغہ بیشک میرے دوست تھے اور اب بھی ہیں ــــ مگر میں پہلے انہیں پولیس والا سمجھتا ہوں ــــ پھر دوست ــــ شاید اب دوست بھی کہنا بیجا ہو گا ! کیوں کہ یہ مشہور مثل کہاوت ہی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ

"رنڈی کسکی جورُو ــــ اور پولیس والے کسکے دوست"

"کند ہم جنس با ہم جنس پرواز" —

ضرور تمہیں یہ سب اپنا ہی سمجھیں گے — بہت ہی جلد
میں بڑے داروغہ جی — اور تمہارے بابو داروگہ جی۔ دونوں کو مفصل
خط لکھوں گا — اور اگر بن پڑا تو خود پہونچکر تمہاری کلو خلاصی چھوٹے
راجہ سے کرادوں گا — میں جانتا ہوں تو اس لئے کہ
تھانے میں تمہاری پامالی میری نگاہوں کے سامنے نہ ہوتی تو اچھا
تھا — بڑے داروغہ جی جنہیں سنت سادھو سمجھتی ہو — ماشاء اللہ
تھانیدار قسم کے آدمی ہیں — کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اس قسم کے
سادھو فقیر گلیوں گلیوں جھوٹی ڈاڑھی پھرا کرتے ہیں اولاد بانٹنے کے
لئے — بس ایسے ہی ہیں یہ بھی — عمل کم اور زبانی زیادہ —
بیکار باتوں سے بہت دور "نونقد" قسم کے آدمی۔ —!

اور وہ بابو داروگہ جی تو بیچارے بالکل گائے ہیں — جن کو چارہ
پانی دینے کے لئے لوگ دو دو بجے رات تک ان کی تنہائیوں کی
زینت بنتے رہے ہیں —

جانتی ہو کہ مجھے تھانے کی خبریں کہاں پہنچینگی — یہ خیال غلط
ہے تمہارا — مجھے سب کچھ معلوم ہے — اس دن چھوٹے
راجہ کی بزم نشاط اجاڑ کر تم کہاں پہنچی تھیں — دبے پاؤں دھیرے
دھیرے کہاں گئی تھیں — بولو جھوٹ ہے —؟
ان بابو داروگہ جی سے کیا بات چیت رہی! گھنٹوں، دروکر

کیا سمجھا یا ان کو — بولتی کیوں نہیں — کیا مطلب نکل جانے کے بعد جواب تو نہیں دے دیا۔ انہوں نے — جواب مجھ سے سفارش کی بھیک مانگ رہی ہو — کتنا غلط طریقہ ہے یہ بھی — !

نہیں نہیں میں سفارش سے انکار کی راہیں نہیں ڈھونڈھ رہا ہوں۔ بلکہ تمہیں ایک مستقل خطرہ میں دیکھ کر تمہاری بدقسمتی پر رونا آرہا ہے مجھے — میں نہیں چاہتا تھا کہ میری سفارشوں کے بعد بھی جب تم تھانے جاتیں پناہ لینے کیلئے تو وہ پتے ہوا دینے لگتے جن کا سہارا ڈھونڈھا تھا تم نے — بن پڑا تو اب بھی نہ ہونے دوں گا — لیکن کچھ زیادہ امید نظر نہیں آتی — بنانے سے زیادہ تم نے اپنے معاملے کو بگاڑ دیا ہے — !

نئی دلی والی" وہ، ہاں برابر خط آرہے ہیں ان کے، روزانہ ایک آدھ خط ! انھیں بھی میرے خطوط سے دلچسپی ہے — ڈاک کا انتظار بے چینی سے کرتی ہیں — اور کوئی بات نہیں — صرف اپنی تصویر بھیجی ہے — مسکراتی ہوئی تصویر — ساری کا پلو سرک کر شانوں پر آگیا ہے — بال بھی بکھرے ہوئے ہیں — !

مجھ پر تو کیا عاشق ہوں گی — البتہ ایک کالج کے صاحبزادے پر مر رہی ہیں — تمہاری طرح — یہ جانتے

ہوئے کہ وہ دہلوی زاہد دس بیس لڑکیوں کی عزت خاک میں ملا چکا ہے ـــــ کئی کنواری لڑکیوں کو ماں بھی بنا چکا ہے ـــــ بُری طرح یقین ہے انہیں تمہاری طرح کہ وہ ان کی کشتی کنارے لگا دیگا ـــــ!

ناسمجھ لڑکی ـــــ میں نے لکھا اُسے کہ ـ مُنہ بند کلیوں کو لئے پھول بننے سے پہلے محبت کی دنیا میں قدم رکھنا موت کو دعوت دینے سے کم نہیں ہے ـــــ یہ کلیاں محبّت کی سیج پر پہنچکر کچھ اس طرح مل دل دی جاتی ہیں اکثر ـــــ کہ پھول بننا تو دور کنار ـــــ ان میں کلی کہلانے کی صلاحیت بھی باقی نہیں رہتی ـــــ اگر سوسایٹی کی دلفریبیاں تمہیں اتنا ہی عورت بننے پر مجبور کر رہی ہیں تو ـــــ محبّت اور عشق کے کانٹوں میں اُلجھ کر یہ راہ کیوں چلو جس شریف بدمعاش نے تمہیں پریم کا جُل دیا ہے ـــــ تم خود ہی جانتی ہو ایک مکّار اور دغاباز انسان ہے جسنے تمہاری جیسی کتنی لڑکیوں سے محبّت کا ڈھونگ رچا کر ـــــ محبّت کا یقین دلا کر ـــــ ان سے ان کا سب کچھ چھین لیا ـــــ پھر نہ جانے کیوں جان بوجھ کر تم اس کے فریب کو یقین کا درجہ دینے کیلئے بیتاب نظر آرہی ہو ـــــ!

محبّت میں نصیحتیں کارگر نہیں ہوتیں ـــــ تم پر بھی اُلٹا ہی اثر ہوگا اور اس پر بھی ـــــ تم بھی غصہ ہوگی اور وہ بھی ـــــ تم بھی کوسو گی مجھے اور وہ بھی ـــــ مگر نہ مجھے تمہارے کوسنوں پر غصہ نہ آسکے

گا ـــ بڑی کوشش کرنے کے بعد چند آنسو نکلیں گے وہ بھی دو قدم بہہ کر تھم جائیں گے! تمہاری تباہی پر ـــ تمہاری بربادی پر ـــ اور اُس پر ـــ تمہارے گھر والے تو بالکل ناراض ہوں گے! شاید تمہاری صورت سے بھی نفرت ہوگئی ہوگی اُن کو ـــ اور باجی جان تو بیزار ہوں گی غالباً ـــ

تمہیں خط لکھنے کیا بیٹھتا ہوں بات میں بات نکلتی چلی آتی ہے ـــ خدا جانے کہاں سے کہاں پہونچ جاتا ہوں۔

بار بار سوچتا ہوں کہ اب ختم کر دوں ـــ پھر اُلجھ جاتا ہوں ـــ اور قلم رُکتا ہی نہیں ـــ ہاں یاد آگیا! "فریادیوں" سے ملاقات ہوئی تھی رات کو! تمہارا ذکر آہی گیا! میں نے سارا حال سُنادیا ان کو ـــ "نکاح" پر تو اُن سب کے خیالات ویسے ہی ہیں جیسے ایک سمجھدار انسان کے ہونے چاہیئں ـــ مگر اس پر ان میں سے کسی کو بھی اتفاق نہیں ہے کہ تمہارے زاہد تو بہ نبھا سکیں گے ـــ ظفر صاحب تو بڑے پہنچے ہوئے لوگوں میں سے ہیں۔ تمہاری جیسی سیکڑوں رنڈیاں "بقول شخصے" ان کی نگاہوں سے گذر چکی ہیں اور گذر رہی ہیں ـــ اور زاہد کے ایسے ناتجربہ کار صاحبزادوں کی تو ابھی برسوں پڑھائیں گے وہ ـــ ان کا بھی خیال یہی ہے کہ تمہاری زندگی کی یہ سب سے بڑی بھول ہے ـــ ایسی بھول جس کا پچھتاوا عمر بھر نہ چکا سکو گی ـــ!

مشیر کو دیکھتی ہو کیسا ہنسوڑ آدمی ہے! تمہاری حماقت پر کئی گھنٹے لگاتار ہنستا رہا —— یہ ہنسی بھی ایک قسم کی بیماری ہوتی ہے —— زیادہ ہنسنا زیادہ رونا دونو خطرناک کام ہیں —— لیکن رائے ان کی بھی یہی ہے کہ تم ھمالیہ جیسی غلطی کا ارتکاب کر رہی ہو انصار تو شائد بُری طرح مرشٹے تھے تم پر —— ان کی سمجھ میں خاک نہ آیا —— منہ بسور کر قریب تھا کہ رونے لگیں —— بارے پُھر ضبط کر گئے —— ان کی رائے ہنوز محفوظ ہے ——!

مختصر یہ کہ تمہاری حماقت سے دلچسپی سب کو ہے! بعض کو ھمدردی بھی! لیکن ڈرتے ہیں کہ ہمدردی کریں تو کیسے —— کہیں کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ رنڈی کے جال میں پھنس گئے ہیں ——

رنڈیوں کی دوستی اور دشمنی دونوں ایک مستقل عذاب ہیں —— ہمدردی کرو تو ساری دنیا یہ خیال کرتی ہے کہ مر رہے ہیں ان پر —— دشمنی کرو تو کوسنس تک میں لوگ بگڑ جاتے ہیں! گنڈوں کے ٹھٹھوں بیعزتی کا الگ کھٹکا —— یارانِ طریقت کی پھبتیاں الگ کہ آپ ہیں سماج سدھار کمیٹی کے سبھاپت! آپ نے سوسائیٹی کی خرابیاں دور کرنیکا ٹھیکہ لے رکھا ہے —— آپ اس بیسویں صدی کے پیغمبر ہیں جو رنڈیوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں —— وغیرہ وغیرہ ——!

تمہاری "موج" کیسی ہے اب —— بڑے آدمیوں کی

رنگ رلیوں میں ہوتا ہی رہتا ہے! ـــــ پھر تم لوگوں کی زندگی تو ایک مستقل "موچ" ہے۔ کلائی میں "موچ" پاؤں میں "موچ" کمر میں "موچ" ـــــ اور جانے کہاں کہاں موچ آجاتی ہے تم لوگوں کے! ـــــ سینک لیا ہوتا اور تیل کی مالش!

آج رات کو ایک بڑا ہی ڈراؤنا خواب دیکھا میں نے۔ ایسا خواب جو برسوں نہ بھولیگا۔ بالکل پچھلے پہر دیکھا کہ اندھیاری چھائی ہوئی ہے کچھ بونداباندی بھی ہے زور زور سے بادل گرج رہے ہیں۔ بڑے زور زور سے بجلیاں بھی چمک رہی ہیں ـــــ ایک لق و دق میدان سے میں گذر رہا ہوں ـــــ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو جانے کدھر سے آرہی ہے ـــــ ایکدم سے پانی برسنے لگا ـــــ زور شور کیسا تھا۔ تیز تیز طوفانی ہوائیں چلنے لگیں جیسے آندھی ـــــ بادلوں کی گرج سے دل دہلا جارہا تھا ـــــ پسینہ چھوٹنے لگا ـــــ اندھیرا اس قسم کا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ دکھائی پڑتا۔ بجلیوں کی چمک سے نگاہیں خیرہ ہوئی جارہی تھیں ـــــ سامنے ایک بہت گھنا درخت اِملی کا نظر آیا جس کے تنے میں "کھوہ" بنگئی تھی۔ گھبراکر میں اِس کھوہ میں گھس گیا! طوفان میں اب بھی کمی نہ تھی ـــــ ویسی ہی بارش اور ویسی ہی ہوائیں۔ ویسی ہی گرج اور ویسی ہی چمک! میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنا مُنہ چھپا لیا ـــــ یکایک بہت زور سے بادل گرجے ـــــ اور چند سیکنڈ کے بعد ہی بجلیاں ٹوٹ پڑیں ـــــ اسی اِملی کے درخت پر

میں چیخ اُٹھا ـــ!

کتنا مہیب اور ڈراؤنا خواب تھا۔ اگر آنکھ نہ کھُل جاتی تو نہ جانے کیا ہوتا۔ کئی منٹ تک سکتے کا عالم رہا ـ تب کہیں جاکر ہوش و حواس بجا ہوئے! بہت پریشان ہوں کہ کیا تھا ـــ کیوں تھا ـــ تھا۔؟ اور خدا جانے کیا ـــ تعبیریں بھی لوگوں نے کچھ سہمی ہوئی سی دیں! سُنتا ہوں کہ پچھلے پہر کے خواب اکثر سچے ہوتے ہیں ـ کاش یہ خواب بھی سچّا ہو جاتا ـــ تو ابدی سکون حاصل ہوتا ـــ

اب نہیں لکھّا جاتا ـ خیالات منتشر اور دماغ پراگندہ ہے معاف کیجئے گا زندگی ہے تو پھر انشاء اللہ ـــ میں آج ہی تھانے والوں کو بھی لکھ رہا ہوں ـــ! اطمینان رکھّو!

مفصّل جواب کا منتظر

چوتھا خط ——————— ۴

# منزلِ مقصود کی طرف



میں خاک ہو کے خاکِ درِ یار ہو گیا
منزل کے اِشتیاق نے منزل بنا دیا

شکر ہے کہ تھانیوالوں نے تمہیں اس شیطان راجہ سے نجات دلادی ـــــ اور تم بخیریت پہونچ گئیں منزل مقصود پر!۔ بڑے دروغہ جی ـــــ اور ان بابو دروگہ جی نے تمہارا بڑا خیال کیا میری وجہ سے! میری وجہ سے کیا! یہ کیوں نہیں کہتیں کہ خود تمہاری وجہ سے تمہارا خیال کیا گیا ـــــ

خیر ـــــ شکریہ کا خط دونوں کو لکھ دوں گا! ـــــ اور یہ بھی لکھ دوں گا کہ آپ کا احسان ـــــ مطلب یہ کہ صاحبزادہ پر نہیں بلکہ میری گردن پر ہے ـــــ اب خوش رہو تم ـــــ!

"زاھد" اسٹیشن پر آئے تھے لینے کے لئے! کیوں نہ ہو محبت نام ہی ہے بے چینیوں کا ـــــ ان بیچارے کو تم بن چین کہاں نئے شکاری جو ٹھہرے نا ـــــ آپ ہی شکار بلانے جائیں گے ـــــ! تب کہیں جا کر ـــــ!

اس "سواگت" میں ان کے بہت سے دوست بھی شریک تھے! ضرور ہوں گے! بڑے ٹھاٹ سے بارات پہنچی ہوگی! بینڈ شہنائی ـــــ ارگن ـــــ موٹریں ـــــ تانگے ـــــ ہاتھی ـــــ شکرم ـــــ ڈی ہی

کس چیز کی تھی جو ساتھ نہ ہو گی بارات میں — مگر ہاں! دُلھن کار میں
لے جائی گئی یا فینس میں — چوک!
ہائیں — چوک! توبہ توبہ کس گندی گلی کا نام آگیا! معاف کیجیئے گا — غلطی میں نکل گیا منہ سے! آپ اور چوک! میرے منہ میں خاک آپ کے دشمن چوک جائیں اب! آپ تو کسی عالیشان کوٹھی میں اتاری گئی ہوں گی — جس کے سرسبز لان پر زربفت کا چالیس چوبہ شامیانہ لگا ہو گا — صوفے سجے ہوں گے — گلدانوں میں پھول — چنگیر دانوں میں پان — اور پاس ہی قناعتوں کی آڑ میں "ولیمہ" سجا ہو گا — طرح طرح کے کھانے قسم قسم کے لوازمات — پلیٹوں کی جھنکار — اور سنہرے قہقہے — مبارک سلامت کے ہنگامے — اور تمہارے "ان" کے لجائے ہوئے شکرئیے "کھیلتے" ہوں گے —!

"ناچ واچ" ہے بھی فضول سی چیز — پھر رنڈیوں نے تو اسٹرائیک کر دیا ہو گا کہ اس شادی میں کوئی رنڈی شرکت نہ کرے۔ احتجاجاً نہیں کرنا بھی یہی چاہیئے تھا — کتنی سبکی ہے اس طبقے کی جس سے اس کی کوئی فرد زبردستی چھین لی جائے —!

رنڈیوں کا غصہ حق بجانب ہے! اگر اسی طرح سب رنڈیاں کالج کے لونڈوں پر عاشق ہو ہو کر "زینت" خانہ بن جائیں گی تو دنیا سے معصیت کا نام ہی مٹ جائیگا ایک دن —! ہر طبقے کے

لوگ اپنی بقا اور تحفظ کے لئے قربانیاں کرنے پر مجبور ہیں ——— اِن رنڈیوں کے اِس فعل پر کیسے اعتراض ہو سکتا ہے۔ پھر ——— پھر یہ ناچ گانا ہے بھی فضول سی چیز! اسراف بیجا! بھلا اس " ہُو حق " میں رکھا ہی کیا ہے ۔ دوستوں کی دعوت کر دو ۔ یتیم خانوں کو عطیات دیدو گرلس کالج میں چندے دو ۔ اللہ اللہ خیر صلاح! جنت بھی اور دنیا بھی دونوں مٹھی میں رہیں گی ——! نام بھی ہو گا اور ثواب بھی ——!

مجازی ابا جان ——— اور امی جان نے کیا دیا رو نمائی میں ——— کچھ تو لکھا ہوتا ——!

فی الحال یعنی کہ ابھی فی الحال تم چوک ہی میں اپنی ایک ہم پیشہ بہن کے یہاں عارضی طور پر ٹھہر گئی ہو ——— بس دو چار روز میں چھوہارے اور شکر کا بندوبست ہو جانے پر ان کے یہاں چلی جاؤ گی ——— لیکن شائد تمہیں معلوم نہیں کہ شکر پر لڑائی کی وجہ سے کنٹرول ہے ——— قریب قریب راشننگ! اتنی ہی ملتی ہے ہفتے بھر میں! جو دونوں وقت کی چائے کے لئے کافی ہو ——— اور چھوہارے تو مدت سے نظر ہی نہیں آئے شائد کسی حکیم یا عطار کے یہاں زنجبار کے لوگوں کی طرح اچاریوں میں محفوظ رکھے ہوں دو چار ——— لیکن میں کہتا ہوں کہ آخر اس جھگڑے کی ضرورت ہی کیا ——— کیا جہاں " مرغا " نہیں ہوتا وہاں صبح نہیں ہوتی ——— ؟

ارے بھئی چھوہارے نہیں ملتے نہ ملیں ——— شکر پر کنٹرول ہے

وہ بھی جانے دو ـــ مولویوں پر تو راشننگ نہیں ـــ زیادہ سے زیادہ سوا روپیہ کی بجائے مہنگائی الاؤنس ملا کر دو روپیہ لے لیں گے ـــ اور اگر یہ بھی نہ ملیں تو سارے شہر میں ایک آدھ قاضی تو ضرور ہوگا ـــ بلا کر پڑھوا لو ـــ دو بول ـ

اچھا تو پہلے مکان کی فکر ہے ـــ بالکل ٹھیک ہونا بھی چاہیئے یہی فکر! ابّا جان ـــ اور امّی جان تو " عاق " ہی کر چکے ـ اس مکان میں گنجائش کہاں ـــ

مگر بڑے شہروں میں مکان کیا ـ کرایہ پر قبریں بھی نہیں ملتیں مُردوں کو ـــ! اگر سال چھ مہینے اسی مستقل مزاجی سے کوشش کریں گے تو کامیابی ضروری ہے انشاءاللہ ـــ " جوئندہ یابندہ " مل ہی جائے گا مکان ـــ جب یہ کنٹرول پنٹرول کچھ بھی نہ رہیگا ـــ سب مکانات خالی ہو جائیں گے! گھبرانے کی بات نہیں ـــ صبر کا پھل بہت میٹھا ہوتا ہے گو کہ پکتا ذرا دیر سے ہے ـــ!

میں کہتا ہوں تمہارے ان کو اعتراض ہی کیا ہوگا فی الحال جب تک " چوک " میں ہو " فالتو وقت میں " بڑی آسانی کے ساتھ " اوور ٹائم " (OVER TIME) کر سکتی ہو کچھ نہ کچھ ـــ

مطلب یہ کہ آخر بیکار پڑی پڑی کیا کرتی رہو گی ـــ اس لڑائی کے زمانہ میں بیکاری تو ایک طرح کا جرم ہے گویا ـــ ہر عقلمند آدمی جسے تھوڑی سی بھی عقل ہے اس لڑائی کے زمانہ میں بیکار

وقت ضایع کرنا گناہ سمجھتا ہے ۔۔۔ "فی الحال" چوک میں سبھی کچھ کر سکتی ہو تم! دو فائدے ہوں گے اس میں اوّل تو یہ کہ ۔۔ زاہد کو مکان تلاش کرنے میں آسانی ہو گی۔ یعنی وہ تمہاری طرف سے فی الحال فارغ البال ثابت ہو سکتے ہیں ۔۔۔ دوسرے یہ کہ اس اتنی مدّت میں کافی کما بھی لو گی ۔۔۔ اتنا کافی کہ لڑائی کے بعد کئی برس تک جب تمہارے وہ "بیکاری" کی جڑی بوٹیاں تلاش کرتے پھریں گے تو گھر بار کی طرف سے قریب قریب بے فکر رہ سکتے ہو تم لوگ ۔۔۔!

"مجازی امیں جان" کی خدمت میں گئیں تھیں آپ! ماشاءاللہ نیم راضی ہو گئی ہیں تو راضی ہی سمجھو۔ بڑا اچھا کیا تم نے جو ہر طرح یقین دلا دیا انہیں کہ تم ایک فرمانبردار کنیز ثابت ہو گی ۔ تمہاری سعادت مندی کی تعریف نہیں کی جا سکتی ۔ راضی نہ ہو نیکے معنی ہی کیا ۔ جب یہاں تک کہدیا تم نے کہ تم اپنے ہاتھوں سے اپنا سہاگ اُجاڑ لو گی ۔۔۔ خندہ پیشانی سے موت بیاہ لاؤ گی ۔۔۔ گھر میں ایک "داسی" بن کر رہو گی ۔۔۔ ان کے چرنوں کی داسی ۔۔۔

پھر کیوں نہ راضی ہوتیں! سوچا ہو گا انہوں نے کہ آج کل تنخواہ دینے پر تو "ماما" ملتی ہی نہیں ۔۔۔ کھانے کپڑے پر ہاتھ آ جائے تو کیا بُری ہے۔ لڑکے کی ضد بھی رہ جائیگی اور اپنا کام بھی ہو گا ۔۔۔! خسر صاحب کا کھٹکا ہے ورنہ آپ "بہو" بن کر پہنچ چکی

ہوتیں پھولوں کی سیج پر ــــ خیر دھیرے دھیرے وہ بھی رام ہو علیل فی الحال اتنی ہی کامیابی تمہاری محبت کی لافانی جیت ہے ــ کچھ دِن اسی طرح مستقل مزاج بنی ہو گی تو بیڑا پار ہی سمجھو ــ ساس ـ سسر ـ نند ـ بھاوجیں سبھی تمہاری اخلاق کی گرویدہ ہو جائیں گی ــــ تم لوگوں کا اخلاق ہی تو بس ایک چیز ہوتا ہے ــ سیکڑوں مرد اسی اخلاق پر جان دیدیتے ہیں ــ پچاسوں کے جنازے اسی اخلاق پر نکلتے ہیں ــــ

جب مرد ایسے سنگدل پہاڑ کو تمہارا اخلاق زیر کر سکتا ہے تو ان نرم دل عورتوں کو پھسلا لینا کون بڑا کام ہے ــــ جن کی سرشت ہی "موم" ہوتی ہے ــ

واقعی تمہارے ساتھ تھانے والوں نے حد درجہ شرافت کا برتاؤ کیا ـ حقیقت یہ ہے کہ دونوں آدمی بڑے شریف اور نیک دل اور پاکباز ہیں ــ جتنی شرافت تمہارے ساتھ برتی اتنا تو خیال بھی نہ تھا ــ مگر ہاں یہ اُمید ضرور تھی ـ کہ میری سفارش کا کافی خیال کریں گے ــــ اور کیا بھی ہے! حالانکہ اس شرافت کی قیمت اُنہیں بہت ادا کرنا پڑے گی ــ وہ شیطان کا بچہ راجہ سارے تھانے کا دشمن ہو گیا ہو گا اور کوئی کوشش اٹھا نہ رکھے گا ان لوگوں کو نقصان پہنچانے کی ــــ!

"بابو داروغہ جی" کا خط آیا ہے — انہیں تم لوگوں سے کافی ہمدردی ہے! محض اس وجہ سے کہ تم پیشہ چھوڑ کر شریفانہ زندگی بسر کر رہی ہو۔ بڑے داروغہ جی نے مجھے مبارک باد دی ہے کہ یہ سب میری وجہ سے ہوا۔ حالانکہ میں اس معاملے میں بالکل بے قصور ہوں — بلکہ تمہارے اِس نکاح کا حد درجہ مخالف —

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دونوں آدمیوں نے تمہارے ساتھ شرافت۔ انسانیت اور ہمدردی کا خاتمہ کر دیا۔ اور میرے ساتھ دوستی نباہنے کے لئے ایک بہت بڑے خطرے میں پھنس گئے — ورنہ ظاہر ہے ان کی بلا سے اگر چھوٹے راجہ تمہیں مار بھی ڈالتے تو ان کا کیا بگڑتا — بس ایک "پنچایت نامہ" ہی تو بھرنا پڑتا —!

زیورات سب زاہد کی حفاظت میں دیدیئے۔ بڑا ہی اچھا کیا — زیورات کچھ دل سے زیادہ قیمتی تھوڑے ہی تھے۔ جب دل ہی سونپ دیا تو زیورات کی کیا بساط — اس غریب کی اشک شوئی ہو گی کم از کم — تمہارے پیچھے گھڑی سونے کے بٹن اور سُنا ہے کہ سائیکل تک بیچ لی تھی — خیر میزان برابر ہو گئی۔ عوض معاوضہ گلہ ندارد — عشق کے پینگ بڑھانے کے لئے اکثر قمیض اور شروانیاں تک گروی کرنا پڑتی

ہیں ــــ پھر رنڈی کو رجھانے کیلئے تو لوگ اپنا گھر بار ــ بیوی بچے ــ اور گھاٹ پاٹ سبھی بھگیا دیتے ہیں ـــ اسی امید پر کہ اگر کہیں لگ گیا داؤں تو ایک ہی دفعہ میں نگلے ہوئے نوالے اُگل دیں گی بائی جی ـــ سو سنار کی اور ایک لوہار کی ــ سنی ہو گی تم نے ـــ اس مہنگائی کے زمانہ میں زیادہ سے زیادہ دو سو روپیہ کی "سیکنڈ ہینڈ سائیکل" پچاس کی گھڑی ــ اور ایسے ہی بٹن ٹکے ہوں گے ـــ مگر تمہارے جہیز کی قیمت کیا پانچ ہزار بھی نہ ہوگی ـــ تمہیں کہتی تھیں کہ ایک ہزار کا نکلس چھوٹے راجہ لائے تھے، چوڑیاں ـــ بندے ـــ ہار خاک بلا ہو گی پانچ چھ ہزار کی ـــ!

بھگی ـــ جیسے ہی زیور رہن ہو! کم از کم ایک سوٹ اپنے جنٹلمین کو ضرور بنوا دینا ــ کیسی یتیمی برستی ہے اُس کے چہرے پر ـــ اور سائیکل و گھڑی وغیرہ تو تم ہی خرید دو گی کہنے کی ضرورت ہی نہیں ـــ

میری اگر سُنو! ـــ تو کہوں! بڑی عمدہ بات ایک سمجھ میں آئی ہے ــ اگر مان جاؤ ـــ تو بس ہمیشہ کیلئے آنند ہی آنند ہیں ـــ آج کل سونے کا بھاؤ بہت اچھا ہے یہ کل زیورات فروخت کر کے زاہد کو آٹے دال کی دکان رکھوا دو "زاہد کریانہ اسٹور" بڑا سا سائن بورڈ لگوا دینا ـــ کوئی عیب

نہیں ——— دنیا زیادہ سے زیادہ "بنیا" کہے گی تو کہے! مہاتما گاندھی تک بُرا نہیں مانتے —! تجارت تو بڑا نیک پیشہ ہے بڑے بڑے رسول اور پیغمبروں نے تجارت کر کے پیٹ پالا ہے اگر زاہد یہ کریں تو شان میں کون سا بٹہ لگ جائیگا ——— مطلب یہ ہے کہ میں اس کے خلاف ہوں کہ سودی قرضہ لیکر زیور رہن رکھدو ——— اور وہ ڈھیر سے ڈھیر سیٹھ جی کے بیاج میں جوڑ جائیں ——— تین چار ہزار میں بہت بڑے پیمانہ پر ایک اپٹوڈیٹ قسم کا کرانہ اسٹور قایم ہوسکتا ہے ——— دو تین سو روپے مہینہ کی آمدنی کہیں نہیں گئی ——— یوں تمہیں اختیار ہے ———!

ہاں ان نواب صاحب کو کیا جواب دیا جو بُری طرح گھائل ہو چکے ہیں تمہارے تیرِ نگاہ سے! اس پر بھی تیار ہیں کہ زاہد بھی رہیں اور وہ بھی ——— بلکہ تمہارے ساتھ زاہد کے بھی مصارف کے کفیل ہوں گے ——— میں نے تو تمہیں یہی رائے دی تھی کہ "اوور ٹائم" (Over Time) میں کوئی ہرج نہیں ——— نکاح کو کون منع کرتا ہے ——— تم زاہد کی ——— زاہد تمہارے کسی سے پوچھنا تو ہے نہیں جب جی چاہے کسی مولوی کو پکڑ کر دو بول پڑھوا لینا ———!

اس بیچارے نواب کا دل کیوں توڑ رہی ہو ——— نیک

کام کرنے کیلئے گئی ہو۔ غریبوں کی آہیں نہ لو۔ جب "دعوتِ نگاہ" دیتے ہوئے تم کو اور تمہارے ان حیادار شوہر نامدار کو جھجک محسوس نہ ہوئی تو پھر ایک آدھ جام دیدینے میں کون سے خزانے خالی ہو جائینگے اگر ایسا ہی تھا تو پھر چوک میں ٹھہریں کیوں جاکر۔ ٹھہری تھیں تو حسن عام کے دروازے کیوں بھیڑے! اگر یہ بھی ممکن نہیں تھا تو گھونگھٹ نکالکر بیٹھ جاتیں۔ سر نیچا کرکے ایک بڑی لمبی چوڑی نتھ (NO ADMITION) "نوایڈمیشن" کی طرح پہر لٹکالیتیں۔ اور اپنی میزبان سے کہہ دیتیں کہ تماش بینوں کو سمجھادیں کہ ابھی بچی کو ستائیں نا۔ دیکھتے نہیں "نتھ"۔!

سنتی ہو۔ بڑا بول انسان کا سر نیچا کر دیتا ہے۔ نگاہیں جھکا دیتا ہے۔ غالباً اپنے جوش میں تم نے اس دکھیارے نواب کو کچھ زیادہ اچھا جواب نہ دیا ہو گا۔ یہی کہا ہو گا شاید کہ ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہتیں عالم پناہ۔ خداوندا ایک کمان سے دو تیر ایک ساتھ نہیں چھینکے جاسکتے۔ ایک دلمیں محبت کے بہت سے جلوے بسانا، عالیجاہ۔! میرے بس کی بات نہیں۔ نواب نے بھی کچھ نہ کچھ ضرور سمجھایا ہو گا۔ یہی کہ اب دنیا کا رنگ بدل گیا ہے۔ یہ باتیں اب پرانی ہو گئیں کہ۔ ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہتیں۔ ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں رہتے اب تو "جمہوریت" کا دور دورہ ہے۔ اس بیسویں صدی میں دنیا کی کسی سلطنت کی ناؤ کوئی اکیلا نہیں چلا سکتا۔ بڑی بڑی کونسلوں اور اسمبلیوں کے بغیر کوئی حکومت کامیاب نہیں ہوتی اس زمانے میں۔۔۔۔

ایسے ایسے رائفل ایجاد ہو گئے ہیں کہ دو کیا ایک ساتھ چھ چھ گولیاں بھر دی جاتی ہیں ــ کس دقیانوسیت میں پڑی ہو ۔ اس تہذیب میں دوست دوست تو کیا باپ بیٹا بھی ساتھ میں عیاشی عیب نہیں سمجھتا ۔ بھائی بھائی سوسائٹی میں بیٹھ کر ایک ساتھ رنگ رلیاں منانا گناہ نہیں سمجھتے ــ پھر تمہیں اور تمہارے زاہد کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے ــ!

بہر حال ایسی ہی باتیں ہوئی ہوں گی تم سے اور تمہارے نواب صاحب سے اور شاید تم نہ پسیجی ہو ــ لیکن تمہیں اپنے اس فیصلہ پر نظر ثانی ضرور کرنی چاہیئے ــ!

دلّی والی خفا ہو گئیں ــ کوئی ہفتہ بھر سے ان کا کوئی خط نہیں آیا اچھا ہے وقت اور ڈاک کے پیسے بچے! ادھر تو شائد میں تمہاری طرف نہ آسکوں ــ اور اگر آیا بھی تو تم تک پہونچنا بھی آسان نہیں ۔ کیونکہ اب تم اپنے بس میں تو ہو نہیں ــ!

ہم سب خیریت سے ہیں ــ خدا کرے تم معہ اپنے "اُن" کے بخیریت ہو ــ!

---

پانچواں خط ——————— ۵

# ٹھوکریں

رگ و پے میں جب اُترے زہرِ غم تب دیکھیے کیا ہو
ابھی تو تلخیٔ کام و دہن کی آزمائش ہے

تمہارا خط پہنچنے سے کچھ ہی دیر پہلے تمہارے ماموں ٹھکر گئے ہیں یہاں سے! آج کئی دن سے برابر آ رہے ہیں۔ نتھو نام بتایا ہے اپنا ــــ کہتے ہیں کہ ساحرہ میری حقیقی بھانجی ہے۔ میں نے ہی پالا پوسا اور چار پیسے کمانے کے قابل کیا ــــ ماں تو اس کی بچپن ہی میں مر گئی تھی ــــ اگر میں اپنی اولاد کی طرح پرورش نہ کرتا تو آج در بدر کی خاک چھانتی نظر آتی ــــ!

دو دو استاد رکھ کر ناچنا ــ گانا سکھوایا ــ مولوی رکھ کر پڑھایا ــ لکھایا ــ اب جو جوان ہوئیں تو میرے احسانات کا بدلہ دیکھ ہی رہے ہیں آپ! خاندان کی آبرو مٹی میں ملا دی۔

میرے پاس نتھو اس لئے آیا تھا کہ میں اس کی مدد کروں اور "تمہیں" تباہی سے بچا لوں! "وہ" بے انتہا ناراض ہے تم سے ــــ اور ــــ تمہارے زاھد سے! کہتا ہے کہ اگر سیدھی طرح ان کی سمجھ میں نہ آئے گا تو پھر میں جان پر کھیل جاؤں گا ــــ! چاہے مجھے پھانسی ہو جائے یا کالا پانی ــــ ساحرہ اور زاھد

دونوں کو جان سے مار ڈالوں گا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس پر سچ مچ خون سوار ہے۔ اس کی آنکھوں میں شرابیوں کی طرح ایک خمار نظر آتا تھا۔ میں نے مصلحتِ وقت سمجھ کر بہت نرم گفتگو کی۔ دبو بنی کی اس کی۔ اور غصّہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے سمجھایا۔ کہ ایسی جہالت کی ضرورت نہیں بچپن اور ناسمجھی ہے ابھی۔ چند ہی دنوں میں جوانی کا جوش ٹھنڈا ہو جائیگا۔ پھر کہاں کے زاہد ——— اور کیسی ساحرہ! مگر ——— کچھ یہ سمجھ میں نہیں آتا آخر لوگوں نے یہ کیوں سمجھ لیا ہے کہ "تمہارے معاملے میں وہی ہوگا جو میں چاہوں گا۔"

معاف کیجئے گا کوئی میں نے "چوکسیدھار" کا ٹھیکہ تو نہیں لے رکھا ہے ——— نہ دنیا بھر کی رنڈیوں کے گھریلو معاملات کا میں ذمہ دار ہوں ——— کہ ہر شخص پیاسے انسان کی طرح مدد کیلئے دوڑتا ہے میری طرف ——

اُس مختصر سی "ملاقات" میں تم نے نہ جانے کس بھروسہ پر مجھ سے ایک بہت ہی پاک مدد کا مبہم سا وعدہ لیا تھا۔ میں جانے کیوں اقرار کر بیٹھا۔ تم نے خطوط لکھے میں نے جواب دیئے! تم نے میری نصیحتوں کو بُرا نہیں مانا ——— میں نے ذرا سختی کے ساتھ تمہیں سمجھانے بجھانے کی کوشش کی! تمہارے ادبی اور مجلسی مذاق کو میں نے دور کی نگاہوں سے

دیکھا۔ تم اپنے رومان ڈُہرا گئیں ۔۔ اور بس خدا کے لئے بتاؤ اس سے زیادہ اس کہانی کی حقیقت ہی کیا تھی جو ایک پورا افسانہ بنا دیا گیا۔

تم جانتی ہو کہ میں ایک لاابالی قسم کا انسان ہوں۔ مجلسی اور ادبی قسم کے مذاق سے مجھے عشق ہے۔ ایسی رنڈیوں سے میں ایک مناسب حد تک دلچسپی لینے میں جھجک بھی محسوس نہیں کرتا جن کا مجلسی ذوق گرا ہوا نہ ہو۔ جن میں شائستگی اور سلیقے کے ساتھ سوسائٹی نبھانے کی صلاحیت ہو۔ جن کے بنا وٹی اخلاق سے چھچھورا پن نہ ٹپکتا ہو ۔۔ جو بے تکلف بھی ہوں تو اپنے حدود کے اندر ۔۔ جنہیں مدہوشش ہونیکا موقع بھی دیا جائے تو ہوش و حواس نہ کھو بیٹھیں ۔۔

اس قسم کی بر خود غلط رنڈیوں سے مجھے نفرت ہے جو ہر آنے والے کے متعلق بری طرح یہ رائے قائم کر لیں کہ بس پھانس لیا ہے ۔۔!

تم نے سُنا ہو گا۔ پُرانے زمانے میں رنڈیوں کے گھر تہذیب و اخلاق کی درس گاہیں سمجھی جاتی تھیں شرفا اپنے بچوں کو اخلاق اور مذہب سکھانے کیلئے ان کے ہاں مکتب میں بٹھا دیتے تھے ۔۔ آخر کیوں ۔۔؟ وہ اسی لئے کہ واقعی یہ رنڈیاں تہذیب ۔ ادب اور اخلاق

کا مجسمہ ہوتی تھیں ـــــ وہ آج کل کی سی نہ تھیں جن کے گھروں کی طرف لوگ جاتے ہوئے ڈرتے ہیں وہ ـ اندھیرے میں بھی ـ وہ ایسی نہ تھیں جن کے گھر تخریب اخلاق کے اڈے کہے جاتے ـــ! گنڈے پن کے مرکز ہوتے جو ـــ اور جن کے تصوّر سے انسانیت اور اخلاق کانپ اُٹھتے ـــ!

ہاں ـــ تو کہہ یہ رہا تھا کہ میری بد ذوقی اور یہ ایک چھوٹا سا گناہ ـــ کہ نیک نیتی کے ساتھ میں نے تم سے امداد کا وعدہ کیا ـــ اور حتی الامکان جو کر سکا وہ کیا بھی ـــ لیکن اس کے معنی یہ تو نہیں ہیں کہ میں نے تمہارے سارے خاندان کی امداد کا بیڑا اٹھا رکھا ہے! جو ہر شخص چلا آ رہا ـــ ہے! المدد ـ المدد المدد ـ کرتا ہوا ـــ

اس وقت تو ننھو کو یہی جواب دینا مناسب تھا جو دیدیا محض یہ سوچ کر کہ کہیں وہ کوئی مجنونانہ حرکت نہ کر بیٹھے جو تمہاری "رومانٹک کامیڈی" ٹریجڈی میں بدل جائے ـــ مگر میں اس قسم کی باتوں کو بالکل پسند نہیں کرتا کہ ہر شخص جبرو اور ننھو چلا آ رہا ہے کہ سفارش کر دیجئے ـ مدد کیجئے ـــ یہ کیجئے ـــ وہ کیجئے ـ

تمہاری ادھوری باتوں سے دن بدن نفرت ہوتی جا رہی ہے ـــ مجھے !! ـــ ہزار بار لکھا میں نے کہ یا تو تم مجھے کچھ لکھو نہیں! اور جو لکھو تو پوری بات! یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ رنڈیوں

کے سرپرست حقیقتاً زندگی برباد کرنے کے ذمہ وار ہوا کرتے ہیں ـــــ اگر وہ نہ چاہیں تو رنڈیوں کی پیداوار ہی کیوں بڑھے۔ لیکن یہ اعتراض انفرادی اعتراض تو نہیں کہا جا سکتا کہ "نتھو" نے ایسا کیا ـــــ سبھی نتھو جو تمہارے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایسا ہی کرتے ہیں ـــ ایسا ہی کرتے رہے ہیں ـــ اور ہمیشہ یہی کرتے رہیں گے ـــ پیشہ جو ٹھہرا ان کا۔ زندگیاں برباد کرنا ـــ!! اب یہ فقرہ ـــــ کہ اس روسیاہ نے مجھے کہیں کا نہ رکھا۔ کہیں کا نہ رکھا ـــــ!

جانے تم کہاں کی رہنا چاہتی تھیں ـــ ایک رنڈی کے گھر میں جنم لیکر اس باغ کے مالی سے ـــــ جس نے انگور کی ایک خوبصورت بیل یہ سمجھ کر لگائی ہو کہ جب یہ سرسبز و شاداب ہو گی تو وہ اس انگور کے خوشوں سے پھیل سکے گا ـــ یہ امید کرنا کہ جب وہ بارآور ہو تو اُسے اپنے چمن سے نکال پھینکے ـــ ایسی ہی توقع ہے جیسے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہم بڑے بڑے جلسوں میں دھواں دھار تقریریں کر کے ہندوستان کی عنان حکومت برطانیہ کے ہاتھ سے لے لیں گے ـــ۔

لوگ درخت اسی لئے لگاتے ہیں کہ اس کی چھاؤں میں میٹھی نیند سو سکیں گے ـــــ اور اس کے پھل کھائیں گے ـــ! پھر اگر نتھو نے تم کو وہیں کا رکھا جہاں تمہاری ماں، تمہاری

نانی ۔۔۔ اور تم جیسی تمام خاندانی رنڈیاں رہتی ہیں تو کون سا گناہ کیا۔ ہاں اگر اس فقرے سے تمہارا کچھ اور مطلب ہے تو وہ تم ہی سمجھ سکتی ہو۔۔۔

تمہارے اس خط کے فقرے فقرے سے کچھ ایسا ٹپکتا ہے آج ۔۔۔ کہ جیسے تم یہ نکاح کسی سے انتقام کیلئے کر رہی ہو۔ اور شاید وہ تمہارا وہی شفیق ماموں نتھو ہے جس نے تمہیں پال پوس کر چار پیسے کمانے کے قابل بنایا تھا۔ مگر تم نے اُس کے احسانات کی قدر نہ کی ۔۔۔ بلکہ آج الٹا الزام دے رہی ہو کہ تمہاری زندگی برباد کر دی اس نے۔ ممکن ہے تمہارے قلم سے نکلے ہوئے یہ فقرے اپنے بے ربط جملوں میں کچھ اور کہانیاں بھی چھپائے ہوئے ہوں ۔۔۔ جن کو مجھ سے چھپانا ہی مناسب سمجھا ہو تم نے ۔۔۔ حالانکہ میں نے اول ہی دن تم سے کہہ دیا تھا کہ مجھے ادھوری بات اور جھوٹ سے بعض للہی ہے ۔۔۔

میں کہتا ہوں تم کس قسم کی معمہ ہو! کتنی اُلجھی ہوئی ہے تمہاری کہانی ۔۔۔ جو پورے سال بھر میں تم نے اتنی دہرائی ہے ۔۔۔ کہ جیسے ابھی سب کچھ باقی ہے سننا ۔۔۔ نہ جانے کس طرح سسک سسک کر بیان کر رہی ہو۔ تھوڑا تھوڑا سا افسانہ خدا جانے کیسا راز ہو تم ۔۔۔ کہ زندگی بھر راز ہی بنی رہو گی ۔۔۔

اور سنو! وہ نتھو تو کہتا تھا اس دن کہ یہ ہماری پرانی

ہے۔ تمہیں۔ کئی بار عشق و محبّت کا دورہ پڑ چکا ہے۔ آب تک، کوئی رام لال موٹر ڈرائیور تھا اس پر عاشق ہو چکی ہو۔ اور اس زور و شور کے ساتھ کہ اللہ تیری پناہ۔ مجنوں کو بھی مات کر دیا تھا۔ بہت بُری حالت ہو گئی تھی تمہاری۔ اس کے پیچھے! کھانا پینا سب چھوٹ گیا تھا۔ راتوں کی نیند حرام ہو گئی تھی۔ پیشہ چھوڑ دیا تھا تم نے۔ یہاں تک کہ گانا بجانا بھی۔! بس دیوانہ وار۔ سڑک کے کنارے بال بکھرے بیٹھی رہتی تھیں، لاری کے انتظار میں۔ بالکل آمادہ تھیں۔ اس کے ساتھ بھاگ جانے پر۔ بارے بہت ہی جلد آنکھیں کھولدیں اُنس نے۔ کچھ پولیس تھانے کی بھی نوبت آئی۔! خدا جانے کیا کچھ ہوا پھر۔ بہرحال تم اچھی ہو گئیں جلد ہی!

دوسری مرتبہ۔ اس سے بھی سخت قسم کا دورہ پڑا عشق کا۔ عشق ذرا محبت سے زیادہ قسم کی سنگین بیماری ہوتی ہے۔ تم بُری طرح گھائل ہو گئیں اب کی۔! پہلے سے بھی کاری زخم تھا۔ کپڑے تک پھاڑنے کی نوبت آ گئی تھی۔ اس زمانے میں۔! گھر بار چھوڑ کر مستقل طور سے ویرانوں میں جا بسی تھیں۔

ہر گھڑا بیٹھا تمہاری نوجوانی۔ کم سنی اور اس دیوانگی پہ آنسو بہاتا تھا۔ گھر دالے عاجز۔ حکیم اور ڈاکٹر حیران

یہاں تک کہ دور از حال تمہیں جنوں ــ یعنی سخت قسم کا جنون ہو گیا ــ تمہارے ۔ انہوں "نے حسب دستور قدیم بیوفائی کی ــ تب کہیں جا کر ہوش آیا تمہیں ــ

اب ننھو کہتا تھا کہ تیسری مرتبہ پھر وہی آسیبی خلل ہو گیا ہے ــ اتنے سخت قسم کا تو نہیں ہیں ۔ باقی اس مرتبہ کالج کے لونڈوں سے دِل لگا کر مٹی اکارت کر دی ہے ۔ دیکھیئے کیا حشر ہوا ــ ممکن ہے ننھو نے یہ واقعات بہت بڑھا چڑھا کر تمہاری دشمنی میں بیان کیئے ہوں ــ اور چاہتا ہو کہ اس پر تمہیں اتنا بدنام اور سبک کیا جائے کہ تمہارا زاہد ذلتوں کے خوف سے گھبرا کر جلد تمہیں چھوڑ جائے اور تم پھر اس کے پنجہ اقتدار میں آ جاؤ ــ لیکن ! اپنے پہلے خطوط میں زاہد کے متعلق جن بیتابیوں کا اظہار کیا ہے تم نے ! اُس سے کم از کم اتنا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ تمہاری بے جھجک محبّت میں کافی پختہ کاری موجود ہے ــ چاہے وہ اسی لیئے ہو کہ تم ایک حسین و جمیل ممثلہ ہو ــ ایکٹنگ کے کمالات سے واقف ــ !

• نواب صاحب روز آتے ہیں ــ مگر تم مُنہ نہیں لگاتیں ــ کیوں منہ لگانے لگیں ۔ تم پر تو "محبت کا بھوت" سوار ہے ــ آج کل مرد اور عورت کی محبت میں یہی تو فرق ہے ۔ عورت محبّت کرنے کے بعد بھی اکثر خود داری اور ثابت قدمی

قایم رکھنے میں کامیاب ہو جاتی ہے ــــ ٹھکرائی ہوئی محبت میں بیقرار ہو کر بھی آپے سے باہر نہیں ہوتی ـــ زندگی بھر تڑپ تڑپ کر جان گنوا سکتی ہے مگر ٹھکرایا ہوا سر ــــ کسی کے قدموں پر دوبارہ نہیں رکھ سکتی ــــ

برخلاف اس کے یہی مرد اگر ہزار مرتبہ بھی کتّے کیطرح للکارا جائے ـ لکھو کھا بار اس کی محبّت حقارت سے ٹھکرا دی جائے اس کی محبت کی تضحیک و تحقیر کی جائے پھر بھی وہ ثابت قدمی کیساتھ ڈٹا رہتا ہے ــــ بار بار محبّت کے امتحان میں فیل ہو کر بھی مایوس و نا امیّد نہیں ہوتا ــــ

وہ بیچارہ نواب ــــ غریب مرد ہے! ایک رنڈی سے محبّت کی ہے " کڑوا کریلا اور نیم چڑھا " اسی کو کہتے ہیں ـ مرد کی محبّت وہ بھی رنڈی سے! اگر تم " دو ٹکا رو " بھی تو بھی کہاں وہ ہمتّ ہارنے والا ـ سینڈلوں سے مرمّت بھی کر دو ـ تب بھی وہ عشق کا میدان نہ چھوڑے گا ــــ

اور یہ رنڈیوں سے عشق کرنیوالے مرد ہوتے بھی ہیں آزمودہ کار قسم کے باہمت جوان ــــ دن دھاڑے " چوک " کے چھجّوں پر بے جھجک نگاہیں ڈالتے ڈالتے ان کی آنکھوں کا پانی مرجاتا ہے ــــ " معاف کیجئے گا اس وقت " سنتے سنتے انکے کان بہرے ہو جاتے ہیں ــــ!

"ہوس کاریاں"، ذلتیں اٹھاتے اٹھاتے بے حس ہو جاتی ہیں ۔۔۔!

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی

بقولِ غالبؔ! محبت اس زمانے میں نام ہی ہے ۔۔ بوالہوسی اور عیاشی "کا۔۔! چلتے چلاتے سر راستے، کسی بیاہی یا اَن بیاہی عورت کو دیکھ کر جس کا آنچل ہوا سے سرک کر شانوں پر آگیا ہو، بس پھر کیا ہے، عشق و محبت کے دَورے پڑنے لگتے، تیزی کے ساتھ سائیکل ڈال دی اس کے پیچھے ۔۔ یہاں تک کہ گھر کا نمبر نوٹ کر کے واپس ہوئے!!!

"پکچر ہاؤس" میں دھوکے سے تاریکیوں میں کسی کا نرم نرم ہاتھ مس ہو گیا ۔۔!...........

........بس رومان شروع! یہ بھی معلوم کرنیکی ضرورت نہیں کہ "محترمہ" عمر میں اُن کی والدہ سے کتنے سال بڑی ہیں یہ ہے آج کل کا عشق ۔۔ یہ ہے اس زمانے کی محبت ۔۔!

تم زاہد کے ساتھ ایک ایسا ہی ڈرامہ کھیل رہی ہو۔ اور وہ نواب تمہارے ساتھ اسی قسم کا ناٹک کھیلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ منزل دونوں کی ایک ہے، صرف راستوں کا ہیر پھیر ہے!۔۔ پھر خدا جانے کیا جنون ہے کہ تم سب مل جل کر ایک قافلے کی صورت میں اس منزل کی طرف

کیوں نہیں جاتے جو راستے کی تکالیف و مصائب آپس میں بٹ جائیں۔!

مانا کہ راجہ نے تمہارے ساتھ بدسلوکیاں کیں۔ رئیسوں کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ مگر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ نواب ویسا نہ ثابت ہو! یہ سچ ہے کہ دودھ کی جلی بلی مٹھا پھونک کر پیتی ہے۔ لیکن خدا نے عقل اسی لئے دی ہے انسان کو۔ کہ ہر کام سوچ سمجھکر کرے۔!

میری خیریت کیا پوچھتی ہو۔ سب خیریت ہی ہے۔ رہتے ہیں نا۔ ہندوستان میں! جسے ساری دنیا "خیریت گاہ" کہتی ہے۔ جب کبھی ہندوستان کی پریشان حالی اور مصیبتوں کے متعلق ولایت کے "دارالعوام" میں سوالات کئے جاتے ہیں۔ تو ہماری حکومت کی طرف سے یہی جواب دیا جاتا ہے کہ ہندوستان ۔۔ ہندوستان میں بحمداللہ سب خیریت ہے تا حال! تو یوں سمجھ لو کہ میں بھی بحمداللہ بالکل بہ خیریت ہوں۔!

اور بخیریت ہونے کے بظاہر کوئی وجہ بھی نہیں، کھاتا بھی ہوں، پیتا بھی ہوں، سوتا ہوں، جاگتا ہوں، چلتا ہوں، پھرتا ہوں۔ اور قریب قریب دن بھر لکھا کرتا ہوں۔ موت نہیں آتی اور کیا چاہئے خیریت۔!!

دُکھ، درد، اور بیماریاں یہ تو انسان کے ساتھ ہیں۔
دل و جگر کا روگ البتہ اگر بے سمجھے بوجھے انسان کے سامنے
ذکر آجائے تو وہ بھی سمجھے گا کہ نصیبِ دشمناں عاشق ہوگئے کسی
پر! حالاں کہ یہ امراض ہماری عیش پسندیوں کی پیدا کردہ بیماریاں
ہیں، بجلی کی روشنی، بجلی کے پنکھے، برف کا تیز تیز پانی، کوکو جم اور
ڈالڈا ـــ بے ضرورت دواؤں کا استعمال، خدا آپ کا بھلا
کرے! یہ سگرٹ اور سگار وغیرہ، بس یہی ہماری بیماریوں
کے اسباب ہیں۔ ناتجربہ کار ڈاکٹروں کی تشخیص زیادہ تر
ہماری موت کا سبب ہوا کرتی ہے۔

جس طرح ہر نیا وکیل "میعاد عارض" کا عذر کرتا ہے
بالکل اسی طرح ہر نیا ڈاکٹر نبض پر ہاتھ رکھتے ہی اسٹھیسکوپ
لگاتے ہی! تھرمامیٹر جھٹکتے ہی برجستہ کہہ اٹھتا
ہے۔

"ٹی۔ بی" (T . B)

سترہ ہفتے سے مسلسل بخار ہے چوبیس (۲۴) گھنٹے!
فوراً بھوالی لے جاؤ، ایکس رے کراؤ ـــ ابھی۔ ابھی،
ڈاکٹروں کے رحم و کرم پر میری زندگی کا بھی
دار و مدار ہے! خدا کیا ـــ؟ انھیں کی دواؤں پر چل
رہا ہوں۔ بقول شخصے۔

اچھا — اب خدا حافظ — ! ایک صاحب آ گئے ہیں سر کھانے کیلئے۔ ان کے ساتھ جھک مارنا ہے — ! دیکھو! کتنی دیر تک بیٹھتے ہیں۔

---

چھٹا خط ——— ۶



# "ایسا بھی ہوتا ہے"

زمانے کے ستم سہنا ہی پڑتے ہیں محبّت میں
بھلا بھی دو یہ "رُودادِ ستم" ایسا بھی ہوتا ہے

گلزار احمد نور
مرتب دیار

## جھوٹ ....!

ایسا بھی کہاں کا گیا گذرا ہو گا ننھو، جس نے "ننھ،"
اتارنے سے پہلے ہی تم پر ہاتھ صاف کر دیا ہو ــــ حقیقی نہ سہی
پھر بھی تمہاری ماں اور اس نے ایک ہی ماں کی گود میں آنکھ کھولی
تمہیں پالا پوسا اور پھر ــــ توبہ توبہ اگر تمہارا خیال نہ کرتا تو کم از
کم اپنی روٹیوں سے ڈرا ہو گا کہ "سر ڈھا نکنے" کا بھاڈ نہ
بگڑ جائے کہیں ــ!

کیا واقعی فریب دہی کا مقدمہ چلا تھا ــ یہ سب قصہ
آج تمہاری زبانی سُن رہا ہوں! سخت تعجب ہے کہ دنیا میں
یہ بھی ہوتا ہے کہ جس تھالی میں کھائیں اسی میں چھید کر دیں!
تو اس مقدمہ میں بڑا ہی مزا آیا ہو گا۔ تم بھی ملزم بنکر عدالت
میں گئی ہو گی ــــ اس نے یہی درخواست دی ہو گی شاید
کہ ــــ ننھو نے تمہیں کنوارا کہہ کر اس سے دھوکا دیا۔ ڈاکٹری
بھی کرائی ہو گی سیٹھ جی نے! توبہ توبہ! کس قدر ذلت اور
پریشانیوں کا سامنا تھا۔ سارے شہر میں ڈھنڈورہ پیٹ

کیا ہو گا! اخبار والوں نے بڑی دلچسپی کے ساتھ اس مقدمہ کی کاروائی چھاپی ہو گی —!

بڑا اچھا ہوا جو صلح ہو گئی۔ ورنہ تم دونوں جیل کی ہوا کھاتے —!!

ڈاکٹر صاحب نے بڑی اچھی رپورٹ دی تھی۔ تمہاری بہت مدد کی۔ ہمدردی اور انسانیت کا خاتمہ ہے بس ان لوگوں پر۔ خصوصاً جب کوئی اس قسم کے مقدمات آجاتے ہیں اُن کے یہاں۔ تو کچھ نہ پوچھو قلم تو قلم تھرما میٹر تک توڑ دیتے ہیں۔ بقولِ شخصے۔ ڈاکٹری تو نہایت کامیاب رہی ہو گی۔ یہی کوئی دس پندرہ دن لگے ہوں گے! بنگلہ پر بھی بُلایا ہو گا ڈاکٹر صاحب نے! بارے اَلپ ٹلی! یوں کہو! "جان بچی لاکھوں پائے"

لیکن — اس واقعہ کے بعد بھی تو تم مدتوں اپنے انہیں ماموں کے ساتھ رہیں۔ بہت پرانے زخم آج اُبھرے ہیں۔ جب پورویا چلتی ہے تو پُرانی چوٹیں ابھر ہی آتی ہیں— یہی کہو گی غالباً۔ کہ اب بمشکل تمام اس موذی سے پیچھا چھوٹ سکا ہے۔!

بُرا نہ مانو اگر تو کہو! — کہدوں! اِسی مشفقانہ جذبے سے مجبور ہو کر اگر تم نے محبت کا رنگ رچایا ہے تو سخت غلطی ہے تمہاری! رنڈی کا کوٹھا ایک پامال گلی ہوتا ہے! نتھو جیسے

ہزاروں ماموں اور خیرو جیسے ہزاروں باپ اس شاہراہ پر روزانہ آتے رہتے ہیں۔ کیا کسی رنڈی نے معاملت کرتے وقت کبھی یہ دیکھنے کی کوشش کی کہ جس تماشبین سے سودا طے ہو رہا ہے۔ وہ اس کا باپ ہونیکی صلاحیت نہیں رکھتا۔ ہزاروں اور لاکھوں واقعات اس قسم کے دیکھے گئے ہیں کہ جن کی عمر اسی دشت کی سیاحی میں گذر چکتی ہے وہ اکثر اپنی سگی اولاد ......... اس سے تو کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا — کہ رنڈی کے کھوٹے پر صرف ایک ہی رشتہ ہوتا ہے۔ اور وہ بقولِ شخصے محبت — ! نہ باپ بیٹی — نہ بھائی بہن — نہ چچا بھتیجی — نہ ماموں بھانجی — ! ان سب رشتوں سے الگ ہے پریم کا رشتہ — وہی سچا پریم — سچی محبت اور سچا عشق جو عام طور پر آج کل ایک ناٹک کی طرح روز کھیلا جا رہا ہے۔

ہاں ! یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جان بوجھکر کوئی — لیکن خدا کے لئے بتاؤ کیا آنکھ پر پٹی باندھ لینے سے پاپ پاپ نہیں رہتا۔ سنسان اندھیرے میں جو گناہ کئے جاتے ہیں۔ ان کا وزن کچھ ہلکا ہو جاتا ہے کیا۔ چوری چاہے اندھیاری راتوں میں کی جائے چاہے کھلتی ہوئی چاندنی میں ! بہر حال جرم کی نوعیت نہیں بدلتی۔ پھر آخر نتھو سے یہ خفگی تا کیے ! اگر یہی نتھو ایک دن شام کے وقت بھیس بدل کر — جامدانی کا انگرکھا اور

زردوزی کی کامدار ٹوپی پہن کر پھولوں کے گجرے لئے مسکراتا ہوا آتا تمہارے کوٹھے پر ـــ تو کیا تم انکار کر دیتیں! کیا تم اس کی جیبوں سے جھانکنے والے نوٹوں کے متعلق اندازہ لگانے کی کوشش نہ کرتیں کہ اس کی گرہ میں کتنا مال ہے! یہی نتھو اپنی گھنی مونچھوں سے پھنکار مار کر تمہاری طرف دیکھتا تو کیا تم مسکراتی نہیں ـــ؟ یہی نتھو جب بلا گنے ہوئے نوٹوں کا بنڈل تمہاری طرف پھینک دیتا تو کیا تم اسے ٹھکرا دیتیں؟ پھر ـــ! جب اس وقت آئی ہوئی لچھمی ٹھکرائی نہیں جاتی ـــ دودھ بھات کی تھالی میں لات مارنا جب پاپ تھا اس وقت ـــ! تو ایک ذرا سی یہ والہانہ لغزش اس کی قابلِ معافی نہیں کیا ـــ؟ گگڑی کے چور کو کٹاریں مار مار کر سزا دینا ناانصافی نہیں تو اور کیا ہے ـــ؟ شراب کے نشہ میں بدمست ہو کر اس نے تمہارا کیا بگاڑ لیا ـــ خود نقصان اٹھایا اس نے پریشانیوں میں پھنس گیا ـ جیل جانے تک کی نوبت آ گئی تھی ـــ!

تمہارا غصّہ تو بہر حال بیجا ہے! یہ گھڑی تمہارے لئے تو آنی ہی تھی ـــ نتھو نہ سہی وہ سیٹھ ہوتا ـــ! کوئی اور ہوتا ہوتا تو یہی ـــ یا اور کچھ!! البتّہ جلسہ نہ ہو سکتا،، ہنی مون، جشن واقعی نہ منائے جا سکے ـ مزاروں پہ چادریں نہ چڑھ

سکیں۔! اللہ میاں کی سلامتی کے طاق ؛ بھرے جا سکے ۔ تو۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ مقدمہ کے دوران میں کیسے ممکن تھا۔!

تم! یہ نہ سمجھنا کہ میں ننھو کی کوئی سفارش کر رہا ہوں۔! ہرگز نہیں۔! وہ ایک دن پھر آیا تھا میں نے صاف صاف اس سے کہہ دیا کہ ہوش کی دوا کرو۔ مجھے کیا ضرورت جو میں پرائی آگ میں پھاند پڑوں۔ تم جانو اور تمہاری بھانجی یا وہ زاہد۔! چاہے قتل کر دو یا مار ڈالو! مجھے کوئی دلچسپی نہیں غصہ تو دھیما ہو گیا ہے اب۔ کہتا تھا کہ ایک وکیل صاحب سے میں نے صلاح لی ہے وہ کہتے ہیں کہ۔ یہ کہہ کر دعویٰ کر دو کہ " زاہد میری نابالغ بھانجی کو بھگا لے گیا ہے " وارنٹ نکلوا کر فوراً گرفتار کرا دوں گا! میں دل ہی دل میں بہت دیر تک ہنستا گیا۔ تمہاری اس " نابالغی " پر! اگر اب سے دو تین سال پہلے یہ کہا جاتا تو خیر ماننے والی بات تھی۔ مگر اب یہ کون مانے گا کہ تم اب بھی نابالغ ہو۔!

ویسے تو رنڈی تمام عمر نابالغ ہی رہتی ہے۔ قریب قریب سو برس تک رنڈی کا شباب رہتا ہے۔ اور تم تو بہرحال نوجوان ہو۔، اگر واقعی " ننھو " نے درخواست دیدی تو بڑا ہی مزا آئے گا۔ نتیجہ کچھ بھی ہو! ایک مرتبہ عدالت میں تو تم آ ہی جاؤ

گی معہ اپنے زاہد کے! بہت ممکن ہے! ایک بار پھر ڈاکٹروں کے سپرد کردی جاؤ۔ حالانکہ نتیجہ تمہارے موافق ہی ہوگا۔ تھوڑی بہت پریشانی جو قسمت میں لکھی ہے، ضرور ہوگی۔

دہلوی زاہد کی بیگم صاحبہ کا بھی معذرت نامہ آج پہنچا ہے، اس دو ڈھائی مہینے کے اندر وہ صاحبزادی سے "بیگم" بن کر بیوہ بھی ہو چکیں۔ یعنی ان صاحبزادے نے حسب توقع ویسا ہی کیا۔ جیسا اب تک دوسری لڑکیوں کے ساتھ کرتے آئے ہیں۔! بڑی خجالت، شرمندگی اور ذلتوں کا سامنا کرنا پڑا بیچاری کو! کورٹ شپ! آج کل کی مہذب دنیا میں معصوم زندگیوں کے ساتھ بے جھجک کھُل کھیلنے کو کورٹ شپ کہتے ہیں۔! ایسا ہی جانو جیسے تمہارے کوٹھوں پر آنیوالے بعض لوگ جب شروع شروع میں آتے ہیں۔ تو یہی ظاہر کرتے ہیں کہ ایک بارات کے لئے انہیں کچھ گانیوالی رنڈیوں کی ضرورت ہے۔ بے تکلف گاؤ تکیئے کا سہارا لیکر۔ خود سگرٹ پیش کرتے ہیں۔ اور یہ کہ اگر زحمت نہ ہو تو ایک آدھ چیز عنایت ہو جائے! اسی انداز سے تقریباً تمام کوٹھوں پر کئی دن تک چکر لگاتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ کسی نہ کسی جگہ ان کی نظر ٹھہر ہی جاتی ہے۔

تعلیم یافتہ اور مہذب دنیا میں بھی قریب قریب

"کورٹ شپ" کا ایسا ہی طریقہ ہے! ہر نوجوان کو اختیار حاصل ہے کہ ایک ہی وقت میں وہ درجنوں لڑکیوں سے "کورٹ شپ" کے پینگ بڑھائے! ٹینس، بیڈمنٹن، بلیرڈ پکچر، ڈانس اور ایسے ہی بہت سے موقعوں پر عملی طور پر یہ سمجھنے کی بھی کوشش کرے کہ یہ لڑکی — کہاں تک اُس کی "جیون ساتھی" بننے کی صلاحیت رکھتی ہے! ماں باپ بھائی بہن، کسی کو بھی ایسی ملاقاتوں میں مخل ہونے کا استحقاق نہیں — چاہے ان پر خلوت کا کیسا ہی گہرا پردہ کیوں نہ پڑا ہو —

بہرحال — ! یہ بھی "کورٹ شپ" کی امتحان گاہ میں پہنچیں — تمناؤں اور امیدوں سے بھرا ہوا ایک دل لیئے ہوئے اعتبارات اور یقین کا نقاب پہنے ہوئے، فیشن کی آزادیوں میں بلا روک ٹوک ایک "پریم نیا" پر سوار ہو گئیں —! ان کے دہلوی زاہد بھی ساتھ تھے۔ ابھی تک! موجیں دھیمے دھیمے لہجے میں سرگوشیاں کر رہی تھیں — اور یہ لوگ بدمست شرابیوں کی طرح نوجوانی کے ساز پر چنگھاڑ رہے تھے! — دھیرے دھیرے ناؤ بہہ رہی تھی۔ اور ناؤ کی دنیا میں ہنگامے اور قہقہے کھیل رہے تھے! کیف و سرور کے ساگر میں بہتے چلے جا رہے تھے دونوں! ایک ایسی کشتی پہ

جس کے ملاح کو انہوں نے کنارے ہی پر چھوڑ دیا تھا کہ وہ واپسی کی راہ دیکھے! جوانی عقل و ہوش کی منزلوں سے بھٹک کر نکل گئی ایک طرف! جہاں بقول " ان کے " چاروں طرف پریم ہی پریم نظر آرہا تھا۔

کشتی جب کنارے سے چلی تو کچھ دیر تک یہ لوگ مڑ مڑ کر ملاح کی طرف دیکھتے رہے کہ کہیں وہ دیکھ تو نہیں رہا ہے۔ پھر ملاح نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ موجوں کی پرسکون روانی انہیں بہت دور کھینچ لے گئی۔ جہاں سے تھوڑی ہی دور پر سورج کی سنہری کرنیں سمندر کی گہرائیوں میں منہ چھپا لینا چاہتی تھیں۔ کچھ رنگین سا اُجالا ابھی باقی تھا۔ شفق کی سُرخیوں کے ساتھ! موجوں سے ٹکراتے ہوئے لطیف جھونکوں نے " کشتی والوں " کو بیخود کر دیا۔۔۔۔ سوچا " اس نے " کہ آخر میں ہوں " بس کی! " کورٹ شپ " تو شادی بیاہ کا پہلا زینہ کہلاتا ہے۔ اگر پہلی ہی سیڑھی پر نہ پہونچ سکے تو آخری منزل پر کیا خاک پہنچیں گے! ایک چھوٹی سی درخواست سی معمولی التجا۔۔۔ اگر یہ بھی ٹھکرا دی۔ تو نہ جانے میرا زاہد کیا خیال کرے گا۔ کشتی اب ذرا تیز چل رہی تھی۔ زاہد نے " ریحانہ " کی طرف نگاہ بھر کر دیکھا۔ بڑی التجاؤں کے ساتھ۔ آرزوؤں میں ڈوبی ہوئی نگاہ ڈالی۔ کشتی کا بوجھ ایک طرف سمٹ آیا

دو دل ایک دل بن گئے۔ اور دو سینے......! کشتی موجوں سے نکل کر تیز دھار میں پہونچ گئی بلکہ منجدھار میں۔۔۔ بڑے زور زور سے ہوائیں چلنے لگیں۔۔۔ بھنور میں پہنچ گئی ناؤ!! اب بھی ان کی آنکھیں نہ کھلیں...... یہاں تک کہ ناؤ میں پانی آنا شروع ہو گیا۔۔۔ اور پھر.....! پھر کیا ہوتا تھا۔

اتنے دنوں جو خط و کتابت نہیں رہی، یہ سمجھو کہ "کورٹ شپ" کا کورس پورا کر رہی تھیں۔۔۔ افسوس کہ فیل ہو گئیں۔۔۔!! لکھا ہے کہ کاش میں نے آپ کا کہا مان لیا ہوتا۔۔۔!

سُن لی تم نے ریحانہ کی دُکھ بھری کہانی! ریحانہ پر کیا موقوف آج کل سیکڑوں بیوقوف لڑکیاں "کورٹ شپ" اور محبت کے جال میں پھنس کر آئے دن مکر و فریب کا شکار ہو جاتی ہیں۔ فیشن کی راہ میں اپنا سب کچھ لٹا کر عزت و آبرو نسوانی وقار اور خاندانی لاج سب کچھ گنوا کر اس وقت پچھتاتی ہیں جب پچھتانا بے سود ثابت ہو چکتا ہے!۔ اِن دہلوی زاہد نے ریحانہ کے ساتھ کیا کیا۔۔۔ یہ تو دیکھ ہی چکے۔۔۔ دیکھیں اب لکھنوئی زاہد ساحرہ کیساتھ کیا کرتے ہیں۔؟

تمہارے خط سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم ابھی تک چوک ہی میں ہو۔۔۔ حالانکہ ننھو کہتا تھا اس دن کہ زاہد نے کوئی مکان

کرایہ پر لے لیا ہے۔ اور تم اب وہاں اُٹھ گئی ہو ــــ!
اُس نے بیان کیا۔ بہت بُری حالت ہے تم لوگوں کی۔۔ زاہد کے باپ ایک منٹ کیلئے اس کے روادار نہیں کہ تم ان کے گھر میں رہو ــــ البتہ ماں چرا چھپا کر مدد کرتی رہتی ہے ــــ تمہاری ہی حالت یہ ہے کہ "کچے مکان" کی کثیف اور گندی کوٹھڑی میں ایک چٹائی بچھی ہوئی ہے اور اس پر ایک میلی کچیلی دری ــــ پاس ہی تمہارا کپڑوں کا ٹرنک اور وہ سامان ہے جو تم اپنے ساتھ گھر سے لے گئی تھیں ــــ وہیں ایک مٹی کا گھڑا، ایلومونیم کا گلاس، ٹین کا لوٹا۔ اور بس دونوں وقت زاہد کی ماں چوری چھپّے نوکروں جیسا کھانا بھیجدیتی ہیں ــــ اور خدا نہ کرے تم دن بھر اکیلی پڑے پڑے کوسّے ہنکاتی رہتی ہو ــــ!!
ایک دوسری خبر یہ پہنچی ہے اللہ جانے جھوٹ ہے یا سچ! کہ زاہد تو دن بھر چوک میں دوسرے شکار تلاش کرتے رہتے ہیں اور ان کی عدم موجودگی میں ان کے مخلص احباب حقِ دوستی ادا کرتے ہیں ــــ سارا دن کوئی نہ کوئی دل بہلانے کیلئے موجود ہی رہتا ہے! تم نے تو اس سلسلے میں کچھ لکھا نہیں ــــ؟ اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو اب شاید یہ ناٹک پوری ایک رات بھی نہ ہو سکے گا۔! لاسنے کے پاؤں پالنے میں دیکھے جاتے ہیں ــــ یہ اور بات ہے

کہ محبت کے گہرے پردوں سے تمہیں کچھ دکھائی نہ دے
— لیکن اب تو شائد پورے سال بھر نہ چل سکے گی یہ ناؤ!
سُنا ہے کہ تمہیں یقین دلایا گیا ہے کہ عنقریب تمہارے
زاہد وکالت کا امتحان پاس کرلیں گے — اور یہ کہ وہ
امتحان کی تیاریاں کر رہے ہیں — پھر یہ کہ زاہد کی یہ کامیابی
تمہاری محبت کی کامیابی ثابت ہونیوالی ہے — کیوں نہ ہو!
اعتماد، اعتبار اور یقین پر تو ساری دنیا کا دار و مدار ہی ہے —!
محبت بلا یقین و اعتبار کے دو قدم بھی نہیں چل سکتی! — مگر
— مگر میں تم کو یقین دلاتا ہوں — یہ جانتے ہوئے کہ
میرے یقین کو زاہد کے یقین کا مرتبہ حاصل نہیں — کہ اس
سال "زاہد" نام کا کوئی نوجوان یہاں کی یونیورسٹی سے
"لا" کا امتحان نہیں دے رہا ہے —!

کچھ نہیں معلوم — کہ یہ خط اب تم کو پہنچ بھی سکے
گا یا نہیں! یا اگر پہنچے گا تو "سنسر" کی کتنی منزلیں طے
کرے! بہر حال میں اپنا یہ خط بھیجکر تو اپنے فرض سے
سبکدوش ہو رہا ہوں — تمہیں نہ پہونچے تو میری
کیا خطا ہے؟!!

سوچتا ہوں کہ اگر کہیں یہ خط تمہارے زاہد کے
ہاتھ پڑ گیا — تو خون ہی کھول جائیگا اس کا! نجانے

ایسے خط و کتابت کا حال معلوم بھی ہے کہ نہیں۔!

عنقریب میں آنیوالا ہوں۔ افسوس کہ تم سے ملاقات نہ ہو سکے گی اور بظاہر اب ملاقات ہونے کی کوئی وجہ بھی نہیں۔ شاید جب یہ خط تمہارے ہاتھوں میں پہونچے گا ـــ تو باقاعدہ طور پر تم زاہد کی شریکِ حیات بن چکی ہوگی! ـــ اور تمہیں ہرگز یہ اختیار نہ ہوگا کہ تم کسی غیر مرد سے بات چیت کرو ـــ! یا خط و کتابت" ـــ!

میں خود بھی اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ کسی دوسرے کے حقوق میں دخل دوں ـــ!!

معاف کرنا۔ میں نے اب تک جو کچھ لکھا تھا! ایک رَو تھی میرے خیالات کی ـــ بے جھجک یہ سمجھ کر لکھتا چلا گیا کہ تمہیں میری باتیں بُری نہ لگیں گی۔ خدا کرے میرا خیال صحیح ہو ـــ! لیکن اس کے باوجود بھی معافی چاہتا ہوں ـ اگر کچھ بُرا لگا ہو تمہیں! ـ کیا معاف نہ کر دو گی مجھے ـــ؟

میری دلی دعائیں تمہاری کامیابیوں کے ساتھ ہیں ـ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ تم ہمیشہ کامیاب و کامران رہو ـ اس کے ساتھ ہی ساتھ خدا نخواستہ کبھی

کرا تنا اور بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اگر خدا نہ کرے تمہیں میری کسی امداد کی کبھی ضرورت محسوس ہو تو بلا تکلف مجھے اپنا مخلص سمجھ کر یاد کر لینا ___ اور میں جو کچھ کر سکوں گا انشاءاللہ کبھی دریغ نہ کروں گا ___ اتنا ہی "زاہد" سے بھی کہنا ہے کہ اگر ان کی نظر سے میرا کوئی خط گذر جائے تو جوانی کے جوش میں بُرا نہ مان جائیں۔ واقعی میں نے ان کے متعلق جو لکھا ہے۔ کبھی میرے ذہن میں بھی یہ نہ آسکا کہ وہ زاہد کی نظر سے گذر سکتا ہے! غلط یا صحیح! یہ میری رائے تھی اور ہے! لہذا کم از کم معاف تو کر ہی دینا چاہیئے انہیں ___!

میں اب تمہارے جواب کا انتظار نہ کروں گا اور نہ تم جواب دینے کی کوشش کر کے اپنی راہ کھوٹی کرنا ___!!

یقین مانو! میری دلی دعائیں اب بھی تمہارے ساتھ ہیں ___ اور ہمیشہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہینگی ___! گو کہ سمجھتا ہوں کہ اب شائد تمہیں میری ان دعاؤں کی کوئی ضرورت بھی باقی نہیں رہی جبکا سہارا پہلے محسوس کیا تھا تم نے ___!

لو ___ ایک بات اور بھی یاد آگئی! انور صاحب

وکیل میرے بڑے مخلص دوستوں میں سے ہیں۔ اور کبھی کبھی منہ کا مزا بدلنے کیلئے۔ چراغ جلے کے بعد۔ ذرا چوک کیطرف نکل جایا کرتے ہیں یونہی۔ کسی بُری نیت سے نہیں! مطلب یہ کہ ان کے متعلق آجتک کسی کو شبہ بھی نہیں گذرا۔ کہ خدا نہ کرے۔

بہر حال اس دن آئے تھے۔ باتوں باتوں میں تمہارا ذکر نکل آیا۔ یقین مانو انہوں نے تو پوری ایک رومانی داستان سنا دی۔ کہ کس طرح وہ تمہاری میزبان بہن کے یہاں پہونچے پھر تھوڑی دیر میں تم آگئیں۔ رسمِ تعارف کے بعد ہی ان کی فرمائش پر تم نے ایک آدھ چیزیں بھی سُنا دیں پھڑکتی ہوئی!۔ یہ قصہ کیا ہے ذرا تفصیل سے لکھو۔ اور یہ بھی اطلاع دو کہ یہ "آتش کے جوان" ہونے سے پہلے کی کہانی ہے یا بعد کی۔ حالانکہ وہ تو اسی زمانہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں جب تم عاشق ہو چکی تھیں۔ بہر حال لکھو اور جلد لکھو۔

مضطرب ہوں کہ ماجرا کیا ہے۔

اچھا۔ خدا حافظ۔

## ساتواں خط ـــــــــــــــ ۷



# "طوفان"

ہو غرقاب کشتی یہ طوفان جائے
مٹے دل کہیں جلد ہیجان جائے

جی ــــ!

بہت خوب! تو گویا آپ مجھے خطوط اس لئے لکھتی ہیں کہ ان کے جواب جو جائیں انھیں آپ اور آپ کے زاہد صاحب مزے لے لے کر پڑھیں اور لطف اندوز ہوں ــ! یعنی میں یہ سمجھوں کہ میری اور آپ کی یہ خط و کتابت " نجی " نہ تھی بلکہ آپ کے ساتھ میں بھی زاہد کا یا آپ کے زاہد میرے " محرم راز " بنے ہوئے تھے! ــــ! آپ جو کچھ لکھتی تھیں وہ " سنسر " ہونے کے بعد میرے پاس آتا تھا اور میرے خطوط بھی اس وقت آپ کو ملتے تھے جب " سنسر " کی منظوری حاصل کر لی جاتی تھی!

بُرا کیا مانتے زاہد ــ میں نے کون سی گالیاں دی تھیں انہیں ــ کیا لکھدیا تھا میں نے ــــ جو بگڑ جاتے! وہی سچی اور سیدھی باتیں جو زاہد کے دل میں ہیں میرے قلم نے انہیں کو دُہرا دیا تو کونسا گناہ کیا! میرے خطوط پڑھکر ہنسے تو کیا ہوں گے۔ اپنی بدقسمتی پر آنسو بہائے ہوں گے ــــ!

کہ کاشش! میں "انسانیت" کے جامے سے باہر نہ ہوا ہوتا تو ایک "زندگی" کے تباہ ہونے کی ذمہ داری میرے سر آتی ــــ! سوچتے ہوں گے تمہارے زاہد ــــ کہ لکھا تو اس نے سچ ہے! اس شخص کو نجوم یا رمل میں کچھ دخل ضرور معلوم ہوتا ہے ــــ ورنہ میرے دل کی باتیں کیسے معلوم کر لیتا ــــ! پھر ــــ پھر تمہارے گلے میں باہیں ڈال کر ــــ نگاہوں سے نگاہیں ملا کر ــــ تمہیں سمجھایا جاتا ہوگا ــــ کہ کیا تم کو یقین آ گیا ان باتوں پر ــــ اس زندگی میں میں نے تمہارے لئے ماں باپ، دوست، احباب، پڑھنا لکھنا سب کچھ چھوڑ دیا ــــ اب تمہیں بھی کھو دوں گا تو کہاں جاؤں گا ــــ بولو ــــ بولو ــــ کیا جھوٹ کہتا ہوں میں ــــ! کیا موت کے سوا ہم دونوں کو کوئی بھی طاقت جدا کر سکتی ہے ــــ؟

"موت" کے نام پر تم جھجک کر بگڑ جاتی ہوگی ــــ خدا نہ کرے نوج ــــ آپ کے دشمن ــــ اللہ ایسی باتیں کر کے میرا دل نہ کڑھائیے ــــ! میں اب آپ کی اور صرف آپ کی ہوں! چاہے زندہ رہنے دیجئے ــــ! یا اپنے ہاتھوں سے مٹا دیجئے ــــ!

وہ کہتے ہوں گے ــــ تمہیں اپنے قریب کھینچتے ہوئے روٹھ گئیں ــــ ایک ذرا سے مذاق میں! واہ وا ــــ "ٹسوے"

بہار ہی ہو! اجی کمال کر دیا تم نے! اگر مجھے اپنی ساحرہ ..........! تم بدستور خفگی کا اظہار کر تی ہو گی!

ہٹیئے مجھے ایسی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔ بھاڑ میں جائیں یہ خط! جو اول فول منہ میں آتا ہے بکتے چلے جاتے ہیں آپ۔!

پر تھوڑی دیر کی اسی "بیت بازی" کے بعد دونوں یکجان دو قالب ہو جاتے ہوں گے۔!

خیر! مجھے اس بات کا کوئی ڈر نہیں کہ تم نے میرے تمام خطوط زاہد کو دکھا دیئے! میں خوب سمجھتا ہوں کہ میں نے جو کچھ لکھا — تمہیں جو کچھ سمجھایا وہ لفظ بہ لفظ سچ تھا اور میرا ایمان ہے کہ وہی ہو کر رہیگا جو میں نے لکھا ہے۔!

یہ خط بھی دکھا دینا زاہد کو — اور غور سے ان کے چہرے کی طرف دیکھکر لکھنا کہ ان کی نگاہیں کیا کہہ رہی تھیں — آنکھیں بھی انسان کی ایک زبان ہوتی ہیں — جو لوگ زبان سے کچھ نہیں کہتے۔ ان کی نگاہیں سب کچھ کہدیتی ہیں۔! مگر تم کیا سمجھو گی زاہد کی صورت دیکھکر۔؟ تم تو کسی اور ہی دنیا میں پہنچ جاتی ہو —! عشق کی دنیا میں! جہاں کسی کو کچھ دکھائی نہیں دیتا — کہتے ہیں کہ "عشق اور انصاف" دونوں کی آنکھیں نہیں ہوتیں — ممکن ہے

کسی زمانے میں انصاف اندھا ہی ہوتا ہو اور عشق بھی نابینا۔ لیکن اس بیسویں صدی میں تو نہ انصاف اندھا کہا جا سکتا ہے نہ عشق —— بلکہ اب دو آنکھوں کی بجائے چار چار آنکھیں ہیں ان کی —— انصاف اس زمانے میں ان من مانی کارروائیوں کا نام ہے جس سے انصاف کرنیوالے کا مطلب پورا ہو سکے —— اور عشق کرنیوالے بھی خوب چھان بین کرنے کے بعد دل دیتے ہیں کہ کہیں دھوکا نہ ہو جائے۔ ! شکل و صورت کے علاوہ صرف محبت کرنے کیلئے اس زمانے میں کیا کچھ دیکھنا نہیں پڑتا —— کہاں پڑھتی ہیں صاحبزادی —— باپ کے پاس دولت بھی ہے کہ نہیں پیانو بجا لیتی ہیں —— ! آواز میں سُریلا پن ہے کہ نہیں ——! سوسائٹی کی تہذیب اور رکھ رکھاؤ بھی جانتی ہیں یا —— ! ساڑھی کا پلو سر پر کیوں رہتا ہے —— ! تو بہ —— پاؤڈر بھی لگانا نہیں آتا اس لڑکی کو —— ! سُرخی تھوپی ہے کہ معاذاللہ —— !

بس یوں سمجھ لو کہ آج کل محبت کرنے سے پہلے اسی قسم کی باتیں غور سے دیکھی جاتی ہیں —— اور شادی بیاہ کے وقت تو نہ پوچھو ! چھان بین کی انتہا کر دی جاتی ہے —— زندگی کا ساتھ سابقہ جو ٹھہرا —— ! صرف محبت کرنے کیلئے سیاز یادہ سے زیادہ ۔ کورٹ شپ کی منزل تک پہو نچنے

کے لئے اس بیسویں صدی میں بہت ہی آنکھیں کھول کر چلنا پڑتا ہے۔ تب کہیں جاکر......!

ہاں! چلتے چلاتے ایک لطیفہ اور بھی سن لو۔!

تمہارے "بابو درو گہ جی" کی "تھانیدارن صاحبہ" سُنا ہے کہ تھانے پہونچ گئیں۔! بلکہ تھانیداری کا چارج بھی لے لیا۔ اتفاق دیکھو تفتیش کے لئے پہلا مقدمہ خود "بابو درو گہ جی" کا پیش ہو گیا۔ روزنامچہ عام اور روزنامچہ خاص کی جانچ پڑتال کر کے انہوں نے پورا مقدمہ نکالا تھا کہ................ اچھا اب آپ کے رنگِ دن بدن بگڑتے جا رہے ہیں...... مجھے چھ چھ مہینے کیلئے میکے میں ڈالکر آپ یہاں رنگ رلیاں مناتے ہیں ـــ ناچ رنگ کی محفلیں گرم کی جاتی ہیں ـــ رنڈیوں اور بھڑوؤں کی دعوتوں پر پانی کی طرح روپیہ بہایا جاتا ہے اور ـــ اور.....؟

جس طرح مچھلی کے بچوں میں "تیراکی" کے فن کی مہارت ایک قدرتی چیز ہوتی ہے بالکل اسی طرح ان "تھانیداروں" کی بیویوں میں تحقیق و تفتیش کا جذبہ بھی بالکل فطری چیز ہوتا ہے ـــ! یعنی جو ہنر تھانیدار صاحب کئی کئی سال کی ٹریننگ سے حاصل کرتے ہیں ان کی بیویاں بلا سیکھے سکھائے صرف نکاح ہوتے ہی اس کی ماہر ہو جاتی ہیں۔!

۔ اور اس قیامت کی تھانیدار ہوتی ہیں یہ جورویئں ۔ کہ اللہ تیری پناہ ۔۔۔!

تو خیر تمہارے "بابودروگہ جی" بھی دھر لیئے گئے ۔ "دلِ خانہ خراب" کے ہاتھوں بیچارے گرفتار ہو گئے ۔ ہوا یہ کہ تمہارے اور ان تھانیدار صاحب کے درمیان کئی ہفتے تک جو "عاشقانہ" خط و کتابت چلتی رہی تھی ۔۔ وہ پکڑ لی گئی ! "شریمتی جی" اور بہت سے واقعات تو گویا کہ "مُنہ زبانی" تھانے والوں سے سُن چکی تھیں ۔ صرف تحریری ثبوت کی تلاش تھی سو وہ بھی مل گیا ۔ بس کچھ نہ پوچھو ۔۔۔ صاحبزادے کی وہ مرمت کی کہ ساری تھانیداری بھول گئے ۔! ہزاروں قسمیں کھائیں ۔۔۔! طرح طرح سے یقین دلایا ۔۔۔ مگر وہ اللہ کی بندی ۔۔ تو بہ جو اسے یقین آتا ! ۔ سب سے زیادہ دلچسپ بات جو انہوں نے اپنی صفائی میں کہی تھی وہ بھی سُن لو ! کہا انہوں نے اپنی شریمتی جی سے کہ یہ خط تو ساحرہ نے ......... یعنی کہ "میرے نام" لکھے تھے جو غلطی سے ہی ان کے یہاں بھول آیا ۔۔۔! لاحول ولا ۔۔۔ کتنے جھوٹے اور مکار ہوتے ہیں ! یہ پولیس والے ! اس طرح جھوٹ کو سچ بنا دیتے ہیں جیسے دنیا میں "جھوٹ" کا وجود ہی نہیں ۔۔۔!

مجھے یہ سُن کر بڑی ہنسی آئی کہ "میں" ــــ "اور تم" ذرا سوچو تو کتنا بڑا جھوٹ ــــ بہتان اور پُر فریب الزام ہے یہ ــــ! اگر کہیں تمہارے "انہوں" نے سُن لیا تو بیٹھے بٹھلائے سارا کھیل بگڑ جائیگا تمہارا ــــ بگڑ جائیں گے تمہارے زاہد ــــ رقابت کے جوش میں بُری طرح روٹھ کر تم سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ناراض ہو جائینگے ــــ اور یہ خون تمہارے بابو دروگہ جی کی گردن پر ہو گا۔ جنھوں نے تمہارا بسا بسایا گھر اُجاڑ دیا ــــ گو کہ اس گھر کا ایک دن اُجڑنا لازمی ہے ــــ! آج نہ سہی تو کل زاہد کو تم سے سیری ہو جائیگی ــــ جی بھر جائیگا۔ "محبت" پر "تلوّن" غالب آجائے گا ــــ اور اس کا انجام وہی ہو گا جو میں تمہیں بارہا لکھ چکا ہوں ــــ!

کتنا دلچسپ منظر ہو گا وہ بھی جب "تمہارے خطوط" گرفتار کئے گئے ہوں گے ــــ اور ایک دن جب کسی قتل کے مقدمہ کی تفتیش سے گھبرائے ہوئے "بابو دروگہ جی" واپس آئے ہوں گے! اچانک ان کے سامنے یہ خطوط رکھدیئے گئے ہوں گے ــــ!

"یہ خطوط کس کے ہیں ــــ"!

کہاں سے آئے ہیں ــــ!

"کس لئے لکھے گئے"

"یہ ساحرہ..... حرامزادی۔ حرافہ۔ کٹنی مالی زادی کون ہے۔؟ ہزاروں اسی قسم کے اچانک سوالات سے داروغہ جی کا مزاج درست ہوگیا ہوگا۔ ایک دم سے بوکھلا گئے ہوں گے! طرح طرح کے جھوٹ بٹنے کی کوشش کی ہوگی۔!

"میں کہتا ہوں۔ کہ! اجی تم بھی کتنی شکّی قسم کی عورت ہو۔"

"ہم تھانیداروں کے پاس اس سے بھی زیادہ بُرے بُرے خطوط آتے ہیں۔! جنہیں اگر تم دیکھ لو تو شائد۔!......

"ارے بھئی۔ یہ رنڈی بیچاری۔ اس پر ایک نہایت سنگین قسم کا مقدمہ تھا۔ اس سلسلہ کے یہ خطوط ہیں۔"!

بھلا تھانیدارن صاحبہ کہاں ان جھانسوں میں آنے والی یقیناً انہوں نے "جرح" اور "جرح مزید" شروع کردی ہوگی۔!

"جی ہاں! یہ مقدمہ کے خطوط ہیں۔ تو آپ نے انہیں سوٹ کیس میں بند کرکے کیوں رکھا۔ کچہری میں

کیوں نہ داخل کر دیئے یہ خط ——!!

"مگر میں کہتی ہوں یہ خط آپ کو کیوں لکھے اس نے ...... اور —— اور ...... پھر بیگم صاحبہ نے تمہارے خطوط سے "حوالے" دینے کیلئے بار کی باری پڑھنا شروع کیا ہو گا انہیں ——!

"میرے پیارے ........ جان و دل کے مالک ........! اگر آپ سچ مچ مجھے اس قابل نہیں سمجھتے کہ مجھ سے ...... محبت کر سکیں ......! کیونکہ میں بد نصیب ایک رنڈی ہوں بدقسمت بلیسوا ——! جسے مقدر کے ہیر پھیر نے کیا سے کیا سے بنا دیا ہے۔! تو خدا کیلئے گولی مار دیجئے مجھے —— گلا گھونٹ دیجئے میرا —— ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کر دیجئے مجھکو مگر للہ سسکا سسکا کر نہ ماریئے! تڑپا تڑپا کر ظلم نہ کیجئے ——! بس ایک دفعہ فیصلہ کر دیجئے جو روز روز کا قصہ پاک ہو جائے .............——!

پڑھتے پڑھتے بیگم صاحبہ ساون بھادوں کی طرح امنڈ پڑی ہوں گی ——! اور بیچارے "دروغہ جی" نے سٹ پٹا کر کہدیا ہو گا ——!

"نہیں بیگم! تمھاری جان کی قسم —— تمہارے سرِ عزیز کی قسم —— یقین نہیں آتا تمہیں! یہ خطوط دراصل ساجرہ

نے ........ ان کو ........ وہ جو میرے دوست ہیں نا ........ صاحب انہیں لکھے تھے۔ وہ انہیں "درو غہ صاحب" کہتی ہے۔ ایمان سے کہتا ہوں انہیں سے اس کا "رومان" لڑ رہا ہے آج کل ..... ورنہ ـــ ورنہ تم جانتی ہو کہ جس دل میں تمہارے جلوے جگمگا رہے ہوں وہاں کسی دوسرے کی گنجائش ہی کہاں ـــ!

"تھانیدارن صاحبہ" کے چہرے پر فتح و کامرانی کی ایک لہر دوڑ گئی ہوگی، مسکرا کر انہوں نے "درو غہ جی" کے سینے پر اپنا سر رکھ دیا ہوگا ـــ اور بس۔! اب تمہیں بتاؤ کہ جب یہ "صورت حال" پیدا ہوگئی ہو ـــ تو مجھے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے ـــ مطلب یہ ہے کہ اگر انہوں نے تھوڑی دیر کے لئے مجھ پر اور تم پر ایک بہتان تراش دیا تو ہرج ہی کیا۔ تمہیں یا تمہارے "ان کو" اگر اس پر کوئی اعتراض ہو تو اور بات ہے ـــ!

بہر حال اگر تمہیں غصہ بھی آجائیگا تو بھی "تھانیدارن صاحبہ" کی اس حماقت پر مسکرا ضرور دوگی ـــ کیونکہ باوجود "گرہستن" بنجانے کے ہنوز ان "احمق قسم" کی عورتوں پر تمہیں ہنسی ضرور آتی ہوگی فی الحال ـــ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ "یہ بیوقوف عورتیں" ایک لمحے کیلئے بھی "مردوں کی نفسیات" کو نہیں سمجھ سکتیں ـــ جب تمہاری جیسی آزمودہ کار "رنڈی" دھوکا

کھا گئی تو ان کا ذکر ہی فضول — ! بہت سہمے ہوئے الفاظ میں تم نے "انور صاحب" کا ذکر کیا — کیوں! خیر تو ہے —! "جی ہاں! آئے تھے بڑی ضد کی! باجی نے کہا ایک آدھ فلمی چیز سنا دو میں نے سنا دی —!!"

تو پھر اس میں ڈرنے کی کون بات تھی جو اس نے سہمے ہوئے الفاظ میں لکھا — ڈرتے ڈرتے ایک جھجھک کیسا تھا! ارے بھئی میں نے اپنے خط میں تم پر کوئی الزام تو لگایا نہیں تھا — کہ خدا نہ کرے کچھ اس سے زیادہ نوبت بھی آئی تھی — نہ انور صاحب نے کچھ اس سے زیادہ ارشاد فرمایا تھا —!

اب رہا ان کے "اہلِ دل" ہونے کا معاملہ — تو کون سی چوری ہے اس میں۔ مرد جو ٹھہرے جوان بھی ہیں ماشاءاللہ اور وکیل بھی — یعنی تمہارے زاہد کی طرح ناکام وکیل نہیں بلکہ ایک کامیاب وکیل — سیکڑوں روپیہ مہینہ کماتے ہیں اور روزانہ رات کی گاڑی سے لکھنؤ پہنچ جاتے ہیں۔ صبح ہوتے ہوتے پھر اپنے گھر واپس!

بالفرض اگر اس سے زیادہ بھی کچھ ہو گیا ہوتا "باجی" کی ضد ہی سہی تو ہرج ہی کیا تھا — حالانکہ

مجھے یقین ہے کہ ......... اخیر اب اجازت دو! بلا وجہ اتنا لکھ ڈالا ـــــ ڈرتا ہوں کہ کہیں تمہارے زاہد نہ دیکھ لیں ورنہ ـــــ!!

.......................................

آٹھواں خط ———————— ۸

# "یہی انجام ہونا تھا"

فریبِ زندگی کو ایک دن ناکام ہونا تھا
اس آغازِ محبّت کا یہی انجام ہونا تھا

آپ — کون ہیں آپ! کہاں سے بول رہی ہیں
آپ —؟ ساحرہ! کیا کہا! ساحرہ! معاف کیجئے گا آپ کو
غلط فہمی ہوئی ہے غالباً — کس کو مخاطب کر رہی ہیں آپ
—! مجھے! یعنی کہ میں! سخت تعجب! حیرت! — مگر میں تو
کسی بھی ساحرہ سے واقف نہیں — اچھا بیگم زاہد — ہاں
ہاں یاد آگیا — جی ہاں کوئی سال بھر اُدھر کی بات ہے! بالکل
ٹھیک! جی — جی! معاف کیجئے گا۔ میں ذرا کچھ بیمار رہا —!
بھولجانے کا مرض سا ہوگیا ہے ان دنوں —!!
یاد فرمانے کی زحمت کیسے گوارا فرمائی — اوہ۔
یوں کہئے کوٹھا ۱۵ چوک ..........! شائد غلطی سے چوک
کا پتہ لکھ گیئں — میں تو سمجھا تھا "زاہد دیلا".......... سے تحریر کیا
گیا ہے یہ خط۔ مگر — مگر۔ صاف تو پڑھ ملتا ہے۔ کوٹھا ۱۵
چوک ..........!!
جینے سے بیزاری — موت نہیں آتی — اور — اور

کیا مطلب ہے آپ کا! کچھ مجھے ارشاد فرما رہی ہیں آپ!! خیر! پروردگارِ عالم آپ پر رحم فرمائے اور آپ کے دلی مقاصد پورے ہوں ـــ! آمین! ثم آمین!۔

" زندگی تلخ کامیوں کا نام ہے! اس دنیا میں سوائے رنج والم کے رکھا ہی کیا ہے ـــ؟ " یہ تو آپ عجیب وغریب باتیں لکھ رہی ہیں آج ـــ میں تو آج تک یہی سمجھتا تھا کہ زندگی تلخ کامیوں کا نام نہیں ـــ دنیا میں رنج ومصائب کے علاوہ عیش وعشرت بھی موجود ہے ـــ لیکن آپ کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ در اصل ایسا نہیں ہے ـــ!

تو ـــ یوں سمجھوں میں کہ آپ ایک زمانے کے بعد " میکے " تشریف لے گئی ہیں ـــ! اس دیس جہاں بچپن بتایا ـــ جوانی گنوائی ـــ وہیں نا ـــ! بہت دنوں کے بعد جانا ہوا! سچ ہے گھر گرہستی کے دھندوں میں پڑ کر گھر بار والیوں کو چھٹی ہی کہاں ملتی ہے، پھر بڑے گھر کی بہو بیٹیاں ـــ! اللہ رکھے آٹھ نو بجے سو کر اٹھیں ـــ! ضروریات سے فراغت کی ـــ ہاتھ منہ دھویا ـــ صاحب کے کچہری جانیکا وقت آگیا اتنے میں! اے لو ـــ پہلا ہی مقدمہ چیف صاحب کے یہاں لگا ہے ـــ! سارا دن کی بک بک، جھک جھک،! نوج ان نوکروں پر کسی کی زندگی

رہ جائے۔ بھوکوں ہی مار ڈالیں ــــ وکالت! یہ پیشہ بھی کتنا بُرا ہے! چوٹی کا پسینہ جب ایڑی میں آجاتا ہے تب کہیں جاکر چار پیسے نصیب ہوتے ہیں! اللہ تیری پناہ! کیسوں سے ساتھ سابقہ پڑا ہے! دشمنوں کی جان ہلکان ہو جاتی ہے دن بھر ــــ! سانس لینے کی مہلت نہیں ملتی ــــ کچہری سے آئے تو موکّل گھر بیٹھے ــــ کلب تک جانا مصیبت کر دیتے ہیں ــــ!!

یہ زندگی کا بھرم جال چھوڑ کر کیسے موقع ملتا ہے کہ دو دن کے لئے میکے جائے! سکھی سہیلیاں کہتی ہوں گی کہ بیگم صاحب کے مزاج کا ہیکواب ملیں گے ــــ لیکن دکھیاری بیگم کرے تو کیا کرے ــــ؟ ایک ذراسی غفلت میں لاکھ کا گھر خاک ہو جاتا ہے ــــ!!

بارے ــــ یہی سب سوچ کر "میکے" کی گلیوں میں بھول پڑیں ــــ صاحب بھی ساتھ ہی ہوں گے ــــ بالیوں اور سہیلیوں میں دن کٹ رہے ہوں گے!!

ہے ــــ ہے ــــ چہ ــــ چہ ــــ چہ! اناللہ وانا علیہ ........... کب مر گئے وکیل صاحب! خدا غریقِ رحمت کرے بڑے اچھے آدمی تھے ــــ شریف ــــ نیک ــــ بیمار کیا تھے ــــ؟ کتنے دنوں پڑے رہے! علاج......!

کیا کہا ـــ "گویا یہ میرے لئے مر گئے تھے!" ان کی جان سے دُور! یہ کون سا مرض ہے! "گویا میرے لئے مر گئے تھے! میرے لئے ــــ گویا کہ ــــ" شائد گردن توڑ بخار قسم کی بیماری ہے یہ بھی کوئی ــــ جو انسان جیتے جی ــــ ایک دوسرے کے لئے اکثر مر جایا کرتا ہے ــــ اُف یہ جوانی تمہاری! یہ کم سنی! یہ عشق ــــ یہ والہانہ محبّت اور زندہ جاوید "بیوی" الٰہی توبہ! خدا دشمن کو بھی یہ بُرا دن نہ دکھائے! ــــ مجھے ــــ مجھے آپ سے اور آپ کے "اُن" وکالت پلٹ "زاہد سے سخت اور فوراً ہمدردی ہے! پروردگار صبرِ جمیل عطا فرمائے آپ دونوں کو ــــ!

واقعی یہ مرد ــــ بڑے ہی بیوفا ہوتے ہیں! اتنے بیوفا کہ بس کچھ نہ پوچھیئے ــــ! محبت کرتے ہیں بالکل سچی! مگر جب وکالت نہیں چلتی تو بس ــــ زبانی نکاح بھی کر لیتے ہیں ــــ کرایہ پر مکان لیکر "بیگم" بھی بنا لیتے ہیں ــــ اور پھر دو بول نکاح کے بھی نہیں پڑھواتے! ہفتوں نہیں مہینوں! مہینوں نہیں بلکہ برسوں کسی کی زندگی سے کھیل کر ــــ نوجوانیوں سے مسکرا کر آنکھیں پھیر لیتے ہیں طوطے کی طرح ــــ!!

"نکاح" بھی سچ مچ! ایک خوبصورت فریب کا

رنگین سماجی مجلسی نام ہے! — یہ مرد جب دیکھتے ہیں کہ اب عورت دسترس سے باہر ہوئی جا رہی ہے! یا بالفاظِ دیگر بُری طرح پیچھے پڑ رہی ہے — تو وہ کہدیا کرتا ہے — کہ "نکاح" حالاں کہ قابو پا لینے کے بعد اس کے ذہن میں بھی بھولکر کبھی "نکاح" کا تخیّل جگہ نہیں پاتا — اور اُس عورت سے جو دراصل عورت بھی نہ ہو بلکہ محض ایک رنڈی "نکاح" کا وعدہ کرتے وقت مرد زیادہ تر آنکھیں میچ لیا کرتا ہے! — کیا بُرا کیا —؟ زاہد نے اگر سال بھر تک "نکاح" کے فرایض ادا کرنے کے بعد بھی نکاح نہیں کیا! اصل مطلب تو آم کھانے سے تھا نہ کہ پتیّاں گننا —!!

جی ہاں! بجا ارشاد ہے"! یہ مرد پیشہ ور رنڈیوں سے بھی زیادہ مطلبی — خود غرض — اور — اور کمینے ہوتے ہیں — جنہیں اپنی آنکھ کا شہتیر تو نظر نہیں آتا — مگر دوسرے کی آنکھ کا تنکا کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے —!

ماشاء اللہ! سبحان اللہ —! کیسی عجیب و غریب باتیں آپ بیان فرما رہی ہیں آج —! قربان جایئے اس زود فہمی کے — صبح کا بھولا اگر شام تک واپس آ جائے تو اُسے بھولا نہیں کہتے! صرف سال ہی بھر میں دنیا جہان کے مرد ظالم! بیوفا اور کمینے سب کچھ ہو گئے! پیشہ ور

رنڈیوں سے بھی زیادہ ذلیل! جو جھوٹی محبت کے رنگ رچاتے رچاتے اتنی دلیر ہو گئی ہیں کہ اب خدا کے فضل و کرم سے عشق کے میدان میں بھی کود پڑتی ہیں ــــ بلا روک ٹوک ــ مردوں کی دولت اور شرافت سے کھیلتے کھیلتے جنہیں اب نوخیز و ناتجربہ کار "لونڈوں" کے مستقبل برباد کرنے میں بھی جھجھک محسوس نہیں ہوتی! جنہیں اس بیسویں صدی میں یہ بھی شرم نہیں آتی کہ محبت اور الفت کا ناٹک شریفوں کے گھروں کی چار دیواری میں کھیل کر اس خاندان کی عزّت و حرمت برباد نہ کریں ــــ جو ایک منٹ کے لئے بھی یہ نہیں سوچتیں کہ پاؤڈر اور "لپ اسٹک" کا "میک اپ" کسی شریف کے گھر کو روشن و منوّر نہیں کر سکتا ــــ! جو چاہتی ہیں کہ ــ شریف نوجوان لڑکیوں سے ان کا تمام حق چھین لیں ــ جس کے سہارے ان کے "کنوار پن" کی ناؤ بیس بیس سال تک ہچکولے کھایا کرتی ہے ــ اپنا الّو سیدھا کرنے کیلئے انہیں کبھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ ان نوخیز نوجوانوں کے ماں باپ نے اپنی زندگی ان نوجوانوں کے مستقبل سنوارنے میں بگاڑ دی ہے اور ان کے شاندار مستقبل میں ان کا بھی کوئی حق و حصہ ہے ــــ!

عشق اور محبت کا نام ڈبونے والی ساحرہ و ــــ!

آخر کیوں تو نے یہ سمجھ لیا تھا کہ زاہد — ! وہ نا سمجھ نوجوان جس کی زندگی کی نکلتی ہوئی کونپل تو نے گھونٹ دی تھی — کبھی بھی یہ نہ سمجھ سکیگا کہ رنڈی محبت کا فریب بھی دے سکتی ہے، پریم کا چھل بھی آتا ہے اسے ! — وہ صرف اس لئے اُس سے محبت کرتی ہے کہ جب آنیوالے زمانہ میں وہ اپنی زندگی کیلئے ایک بہت اونچا محل بنائے گا — تو اس میں ایک وفا شعار اور اطاعت گذار بیوی کی بجائے اسے ایک بیسوا آباد کرنا پڑے گی — ایک رنڈی بسانا پڑے گی اس گھر میں اُسے ! جہاں ایک بوڑھا باپ اور ضعیف ماں کو اپنی زندگی کے آخری ایّام سکون و اطمینان کے ساتھ گذارنا چاہیئے — میں پوچھتا ہوں کہ ایسا کیوں سوچا تھا تو نے — ؟ یہ غلط فہمی تجھے کیوں ہو گئی تھی آخر — ! کہ نوجوان ہمیشہ ایک البیلا نوجوان ہی رہے گا — ! اور کبھی بھی جوان نہ ہو سکیگا ! قیامت تک اسے عقل نہ آئے گی اور اس فریب کارانہ محبت کا جواب ہمیشہ والہانہ انداز سے دیتا رہیگا تجھے — !

بڑی پرانی کہاوت ہے کہ جو دوسرے کے لئے کنواں کھودتا ہے پہلے خود ہی گر پڑتا ہے اس کنوئیں میں — ! تم نے جس جھوٹی محبّت کا اندھا کنواں ایک نا سمجھ اور

ناعاقبت اندیش نوجوان کیلئے کھودا تھا ــــ اس کی گہرائیوں کی مقناطیسی کشش نے خود تمہیں لے ڈبویا ــــ! تم دوسرے کے گھر کو اُجاڑ کر اپنا گھر بسانا چاہتی تھیں ــ لیکن خود تمہاری دوکان اُجڑ گئی ــــ اب رونا کا ہیکا ــ!

"خود کردہ را علاجے نیست"!

زاہد نے کیا بیوفائی کی تمہارے ساتھ ــ یہی نا ــ! کہ تمہارے محبت کے فریب میں آکر نکاح نہیں کیا ــ! تو بھی تمہاری جھوٹی محبت کا جواب دینے کے لئے اُسے کتنی بڑی قیمت ادا کرنا پڑی ــ! کبھی اس کا بھی اندازہ کیا تم نے! ماں باپ کی نافرمانی ــ ترکِ تعلیم ــ سوسایٹی کی نگاہوں سے گر جانا ــ پیسہ پیسہ کی محتاجی ــ! کیا اتنا ہونے پر بھی تمہاری پیاس نہ بجھ سکی ــــ ساری دنیا کی نگاہوں سے گرا کر بھی تم اپنی نام نہاد محبّت کی قیمت وصول نہ کر پائیں! تعلیم کی بھینٹ لیکر بھی تمہاری جھوٹی محبت کے دیوتا کی تسکین نہیں ہوئی ــ سال بھر تک در بدر ٹھوکریں کھلا کر بھی چین نہ ملا تمہیں ــ کیا ابھی کچھ اور باقی ہے تمہارے نزدیک ــ!

محبت، محبت، محبت، پڑھا ہو گا تم نے عشقیہ ناولوں میں کہ محبت دلوں کو جیتنے کی ایک کنجی ہوتی ہے

محبت سے انسان بڑے بڑے آہنی قلعے فتح کر لیتا ہے —اور محبت زندگی کی آخری فتح کا نام ہے— اور اگر کوئی دن رات محبت، محبت، عشق عشق پکارا کرے تو اس کی جیت سو فیصدی —!

محبت کا نام لیکر تم جو جیت : جیتنے کی کوشش کر رہی تھیں وہ ہار گئیں — اس لئے کہ وہ محبت کی جیت نہیں تھی، عشق کی فتح نہیں تھی —! تم خوش ذائقہ اور مرغن غذائیں چھوڑ کر صرف انگور، سیب اور سنگتروں پر زندگی کاٹ دینے کی مجاہدانہ قربانی پیش کر کے یہ دکھانا چاہتی تھیں، پر تم ایثار کی دیوی ہو— محبت کی دیوی ہو اور— اور—! کتنی بڑا ایثار کیا تھا تم نے! نہ پوچھو چوک! کے عالیشان نگار خانوں سے ہجرت کر کے "زاہد ویلا" بسانے کیلئے!— سیکڑوں شرابی اور بدمعاش تماش بینوں کو ٹھکرا کر صرف ایک ایسے نوجوان پر قناعت کرنے کی کوشش کی— جو اگر تمہاری زلف کے پھندوں میں دیوانہ وار نہ پھنس جاتا— تو تھوڑے ہی دنوں کے بعد ایک لایق "قانون دان" بن سکتا تھا، ایسا ہی وکیل— جو وکیل سے — لیڈر تک ہو جاتا ہے —!!

یعنی ــــ محض سماج اور سوسائیٹی کی گردن پر تم نے کُند چھُری ہی نہیں پھیری ــــ بلکہ ملک و قوم کو اپنی ابروئے خمدار سے ذبح کیا ــــ وطن کیساتھ غداری کی تم نے ــــ قوم سے بغاوت کی تم نے! آزادی کا گلا گھونٹ دیا ــــ ہندوستان کو غلامی کی آہنی زنجیروں میں جکڑ دیا تم نے ــــ اگر تم اس نوجوان کو محبت کا فریب دیکر اس کی آشیا جیون کے دیئے بجھا نہ دیتیں ــــ تو کیا جانے قوم کی قسمت اسے کیا بنا دیتی!! کیا جانے اس کی ہونہار زندگی کامیابی کی کون کون سی منزلیں طے کر لیتی ــــ اور وہ اپنے ماں باپ اور ملک و قوم کے لئے کیا کچھ ثابت نہ ہوتا ــــ!

رنڈی کی محبت کی زندگی ہی کیا ــــ چند منٹ ــــ! یا چند گھنٹے! ممکن ہے کچھ ہفتے اور مہینے تک نبھ جائے! میں نے تمہاری اس محبت کی عمر بھی زیادہ سے زیادہ چھ مہینے خیال کی تھی بلکہ چھ مہینے سے بھی کم ــــ مگر زاہد نے تو قریب سال بھر تک نبھایا اس چھوٹی محبّت کو ــــ پورے تین سو ساٹھ دن! اگر گھنٹوں کا حساب لگایا جائے تو ہزاروں گھنٹے! ایسے قیمتی لمحات کہ جن کی قیمت کا اندازہ جانے کہاں تک

پہونچ جائے گا —! — اور اس نقصان کا بدل تمہاری وہ کم قیمت مسکراہٹ! جو ہر معمولی سے معمولی انسان چند سکّے ادا کے حاصل کر سکتا تھا — اور کر سکتا ہے —!

تمہارے اس خط کے حرفوں پر کئی جگہ آنسو جیسی ”کوئی چیز ٹپکی ہوئی نظر آئی — آنسو ہی ہوں گے غالباً! وہ آنسو جو تم نے اس خط پر اس لئے قصداً گرا دیئے ہیں کہ خط پڑھنے والے کا دل پسیج جائے تمہاری طرف سے — اور اُسی تمہاری جھوٹی چاہت کے سچے ہونیکا یقین آجائے! — لیکن تمہارے یہ آنسو تو زاہد کی نوجوانی بہانے والا ایک سیلاب ثابت ہو سکتے تھے ویسا ہی سیلاب جس کی رَو میں تم اس ناتجربہ کار کو بہا لیگئی تھیں — اس دنیا سے کوسوں دور — بہت دور — جہاں صرف پریم ہی پریم نظر آرہا تھا اُسے —!!

اپنی شکست کا اعتراف ہے تمہیں — اپنی ”بھول“ کا پچھتاوا ہے تمہیں —! اپنی غلطیاں تسلیم ہیں تمہیں —! کیوں! کیا ہوا آخر — کیا ”رنڈیاں“ ”بھول“ بھی کر سکتی ہیں کبھی —؟ غلطیاں بھی ممکن ہیں ان سے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ انوکھے راگ کیوں الاپ رہی ہو —!

میرا تو عقیدہ یہ ہے کہ تم سے بھول ہو ہی نہیں سکتی۔!
یہ اور بات ہے کہ تم نے ایک نشانے کو تاکا تھا وہ خطا کر گیا۔
مگر یہ غلطی تو غلطی نہیں کہی جا سکتی!

تیر اسی کا خطا کرتا ہے جو تیر اندازی کا ماہر ہوتا ہے
لیکن جس نے کبھی کمان کو ہاتھ ہی نہیں لگایا۔ اس کے تیر کیا
خطا کریں گے ۔۔۔! "بھول" کرتے تمہارے دشمن۔!

خطاوار ہوں تمہارا بُرا چاہنے والے ۔۔۔ فضول اس
قسم کی باتیں کر کے اپنا دل کُڑھا رہی ہو! جو ہونا تھا ہو
چکا۔ جو گذرنی تھی بیت چکی! گئی چیز کا افسوس ہی کیا ۔۔۔!
گذری ہوئی باتوں کا خیال بیکار ہے! سوائے اس
کے کہ "ان کی جان سے دور"! "سدا سُہاگن بنکر جنم" زندگی کا
سُہاگ اُجاڑ لو! اس کے سوا چارہ ہی کیا۔!

---

تمہارے لئے اب صرف دو ہی راستے ہیں۔!
ایک وہی پہلے والی دنیا ۔۔۔ جہاں سے آئی تھیں چپ
چاپ اُسی طرف لوٹ جاؤ ۔۔۔ اور کرایہ کا ایک
کوٹھا لیکر از سر نو پھر "کان جمانے کی کوشش کرو!
دوسری صورت یہ ہے کہ اس مطلبی دنیا کو "تج" کر
ہمالیہ کی چوٹیوں پر جا کر "تیاگ" لے لو! فی الحال

اس کے سوا ہو ہی کیا سکتا ہے ــــ؟

انسان کی زندگی از سرتاپا گناہوں کا کفّارہ ہو چاہیئے وہ اگلے جنم کی کرنی ہو یا اسی زندگی کے اعمال ــ خمیازہ بھگتنا ہی پڑتا ہے! ہنسکر یا رو کر جیسے بھی بنے کاٹنی ہی پڑتی ہے یہ زندگی ــ!

"انور صاحب آئے تھے" اور وہ بیچارہ نواب بھی ــ کیا محفل رسم تعزیّت ادا کرنے کے لئے زحمت فرمائی تھی کہ کچھ کہہ بھی رہے تھے ــ؟ لیکن میں نے تو تمہیں پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ انور صاحب بس ایک وکیل ہیں ــــ بڑے رند باکباز! کبھی کبھار جو چوک کی طرف بھول پڑتے ہیں تو اس کے معنی یہ سمجھنا کہ خاکم بدہن کسی اور نیّت سے ادھر جاتے ہیں ــ! ٹھمریاں، دادرے اور خیال کے ساتھ ساتھ صرف فلمی گانوں کا تھوڑا سا شوق ہے وہ بھی نئی فلمیں ــــ ایکٹنگ کے کمالات کے ساتھ! ورنہ وہ اور تم ــــ توبہ کرو توبہ ــــ!

"نواب بیچارہ" سوائے ہمدردی کے اور کر ہی کیا سکتا تھا ــ مگر کاہیکو تمہیں اس کی "انسانیّت" کی قدر ہو گی! عاشق جو ٹھہرا تمہارا ــ "لادہی" اور "رے دہی" والا مضمون ہے "زاہد" کو تم خود محبت کا جام پلانے گئیں تھیں

اس نے ٹھکرا دیا — اور اس بُری طرح ٹھکرایا کہ تمہارے ہاتھ سے گر کر بلوریں شیشہ بھی چور چور ہو گیا —!

اور یہ غریب تمہارے در پر خود محبت کی بھیک مانگنے آیا تھا اسے تم نے حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا — جھڑک دیا اور اس کے کاسۂ محبت کو ٹھوکر مار کر پاش پاش کر دیا — مرد دونوں تھے مگر فرق تھا تو اتنا کہ زاہد کی مخمور نگاہوں نے تمہیں مسحور کر لیا تھا اور تمہاری شربتی آنکھیں نواب کے سینے میں اُتر گئی تھیں —!

کبھی ناؤ لڑھے پر ہوتی ہے اور کبھی لڑھا ناؤ پر — ہرج ہی کیا ہے — اگر نواب کی دبی ہوئی تمنائیں پوری کر دو اس کے من مندر کے دیئے جلا دو — سپنوں کی ویران دنیا میں ایک دیپک راگ چھیڑ دو جس کی جھنکار زندگی کا ایک نیا افسانہ بن جائے —! وہ تمہارے "بابو درگہ جی" نہیں آئے پرساد دینے کیلئے! —! کیوں؟ کیا انہیں تمہارے آنے کی اطلاع اب تک نہیں ہوئی! یا خدا نہ کرے کچھ رُوٹھ گئے ہیں — خیر ہو گا! اس وقت تمہاری قسمت ہی تم سے روٹھی ہوئی ہے ان کی شکایت ہی کیا! —

یہ کیوں ـــ؟

آپ بمبئی کیوں تشریف لیجانا چاہتی ہیں ـــ!

صرف اس لیئے کہ آپ کا دل ان عشق زار دل سے گھبرا گیا ہے یا فلمی جنجال میں پھنسکر "عزت و آبرو" کیساتھ باقیماندہ زندگی گذارنی مقصود ہے ـــ!!

......ـــ یعنی یہ کہ "آپ کا جی" اور بس! خیال تو اچھا ہے ـــ ہر ناکام محبت کا دل ایک بلوّرین شیشے کی مانند ہوتا ہے ـــ بہت ہی سخت بھی اور حد درجہ نرم بھی بالکل ناریل کی طرح "بھیتر سے نرم باہر سے سخت" ـــ! صدمے اُٹھاتے اُٹھاتے! ناکامیوں سے دو چار ہوتے ہوتے موم کی خاصیّت اختیار کر لیتا ہے اور ذراسی ٹھیس لگنے پر چکنا چور ہو جانیکا ڈر لگا رہتا ہے ـــ! اسی لیئے شاید تم بمبئی جانا چاہتی ہو کہ "فلم زار" بمبئی کی "رومان آفرینیوں" سے قریب ہو کر اپنا غم غلط کر سکو ـــ اور بار بار یہ کہنا نہ پڑے!

ـــ

کہ گھڑی گھڑی بھر نہ آوے نے۔۔۔!
میرے دلکو سجن۔۔۔ سجن سمجھا دو۔۔۔ ہاں ہاں جی۔ سمجھا دو ۔۔۔!

کہ گھڑی گھڑی بھر نہ آوے۔۔۔ کہ گھڑی گھڑی"!
اور ہے بھی ٹھیک "وکٹوریہ ٹرمینس" پر اترتے ہی تمہارا سارا غم غلط ہو جائیگا ایکدم سے! ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاک اوڑتے ہوئے لکھنؤ کو بھول جاؤ گی تم۔! چوک کی کثیف، گندی اور تنگ و تاریک گلیاں پھر کبھی یاد نہ آئیں گی تمہیں۔ اس طرح خواب و خیال ہو جائیں گے افسانہائے "وصل وصال"۔۔ جس طرح ایک میٹھا سپنا دیکھ رہی تھیں۔۔۔ نہایت شیریں خواب! اتنا لطیف کہ جیسے کوئی رنگین افسانہ پڑھتے پڑھتے خاتمے پر چونک پڑے کوئی شخص۔۔۔ لیکن وہ افسانہ ترقی پسند ادب کا شاہکار ہو تب! نہیں تو کچھ نہیں۔۔۔!

بمبئی پہونچتے ہی آپ کا "سواگت" پہلے پہل "نئے چہرے" تلاش کرنیوالی ایک پارٹی کرے گی۔۔۔ جو رنگین مزاج نوجوانوں کی ایک خوشرنگ ٹولی ہو گی۔ جس کے ہر فرد کے دل میں "پروڈیوسر" بننے کی تمنائیں موجیں مار رہی ہوں گی۔۔۔ جس کے خد و خال کے تمام نقش و نگار

بمبئی کی مسموم فضاؤں سے مرجھا چکے ہوں گے۔ جن کے بھڑکیلے لباس سے ویسی ہی لپٹیں نکل رہی ہوں گی جس قسم کی خوشبوئیں یا بدبوئیں چوک میں داخل ہونیوالوں کو اچانک چونکا دیا کرتی ہیں ـــ بس فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ چوک سے جو لپٹیں نکلتی ہیں ان میں نسوانیت ہچکیاں لیتی ہوئی محسوس کی جاتی ہے ۔ اور ان میں ایک نکمّی مردانگی سسکتی دیکھی گئی ہے ـــ

بہر حال تم جیسے ہی وہاں پہونچو گی "فلمسازوں" کا "وفتیہ کالم" تم تک فوراً پہونچ جائیگا ـــ اگر تمہارے دل میں اس قسم کی خواہش موجود نہیں ہے تو وہ لوگ چند ہی روز میں بہت سے "سبز باغ" اُگا کر تمہیں دکھا دیں گے! ـــ تمہارے مستقبل کے آئینہ پر اس طرح جلا کر دیں گے کہ تمہیں اپنا چہرہ اس سے بھی زیادہ دلفریب نظر آئیگا جیسا کہ اب دیکھ سکتی ہو آئینہ میں ـــ!

وہ کہیں گے تم سے ـــ کہ تم میں ایک کامیاب ہیروئن!، ایک بہترین ممثلّہ!، اور ایک عدیم المثال اسٹار بن جانیکے پورے پورے "جراثیم" موجود ہیں ـــ اور اگر تم نے اس طرف قدم بڑھانے میں کسر مسر کی تو سمجھ لو کہ پیشِ خدا قیامت میں ذمہ وار ہو گی۔ حشر کے دن

سوسائیٹی تمہارا دامن پکڑ کر جھنجھوڑے گی ــــ سماج گریبان میں ہاتھ ڈالدے گا ــــ ہندوستان کی اصلاحی ترقیاں نکلیں عرشِ الٰہی کو تھام لینگی کہ یہی وہ عورت ہے جس نے باوجودیکہ اس میں ۔ فلمی لیڈری " کی تمام صلاحیتیں موجود تھیں ــــ انکار کردیا ــــ کچھ اور لوگ آئیں گے ــــ " آرٹسٹ " ! جن کی رقص کرتی ہوئی پتلیاں عجیب عجیب زاویے بناکر تمہاری عمر، حسن اور اجڑے ہوئے خدّوخال کا جائزہ لینگے ــــ ! ایک پُروقار اور سنجیدہ ایکٹنگ کے ساتھ تمہیں مسحور کرنے کی کوشش کرینگے یہ لوگ ! احمق بنکر تمہارے احمق بنانے کا داؤں لگائینگے ــــ ! خود ریجھ کر تمہیں رجھانے کے جال بچھائینگے ! ــــ ان میں سے اکثر ہوں گے جو تمہیں پہلی ہی نگاہ سے دیکھتے کہدیں گے ــــ " کیوں اپنی مٹی برباد کرنے کے لئے آپ بمبئی آ گئیں ــــ ! اجی کوئی پوچھتا بھی ہے یہاں کسی کو ــــ ! انڈسٹری کی حالت ! توبہ ہے ، ناقابلِ بیان اور عددرجہ قابلِ رحم ہے ــــ خدا کسی شریف کو اس دنیا میں نہ پھنسا دے ــــ ضمیر فروشی ، خوشامد چاپلوسی ، اب میں آپ سے کیا عرض کروں جس کا دنیا میں کہیں ٹھکانا نہ ہو وہ بمبئی آ کر ۔ انڈسٹری " پر

بھینٹ چڑھ جائے۔!

محمود مجھ ہی کو دیکھ لیجئے آج دس سال سے ٹھوکریں کھا رہا ہوں، ہزاروں فاقے کئے۔ مہینوں فٹ پاتھ پر سویا۔ برسوں اپنے ہاتھ سے کپڑے دھونا پڑے صدہا مرتبہ سیٹھوں نے ذلت کے ساتھ نکلوا دیا۔ ہزاروں دفعہ ایسا ہوا کہ پوری پوری امید دلا کر عین وقت پر مایوس کر دیا گیا مجھے۔۔۔! پھر۔۔۔ پھر آپ تو ایک "شریف" عورت ہیں کمسن بھی اور حسین بھی! خدا نہ کرے جو آپ کو ان آلام و مصائب سے دوچار ہونا پڑے اللہ نہ کرے جو آپ کے دشمن بمبئی کی ڈامر سڑکوں پر ٹھوکریں کھاتے پھریں۔۔۔! ٹرام اور بسوں سے ٹکرائیں سب سے بڑی مصیبت جو یہاں پیش آتی ہے "انڈسٹری" میں پہنچنا۔۔۔!

یقین مانئے ایک سو ایک فیصدی لوگ انڈسٹری میں ایسے ہی ہوتے ہیں جن پر کسی شریف عورت کو ہرگز ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہئے۔۔۔! ان کی چکنی چپڑی باتوں پر بھروسہ کر نیکے کھلے ہوئے معنی یہ ہیں۔۔۔ کہ بس میں آپ سے کیا عرض کروں۔۔۔؟

اور........ اور... خیر اس ناچیز کو نہ جانے

کیوں آپ سے اچانک ہمدردی پیدا ہوگئی ہے۔
"میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں ـــــ؟
بلا تامل ارشاد فرمایئے ـــــ سُنا تم نے؟ اسی طرح نجانے کتنے لوگ تم تک پہونچیں گے کچھ ہمت افزائی کریں گے، کچھ مایوس کن باتیں کر کے تمہیں اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کرینگے ـــــ لیکن مقصد ان سب کا ایک ہی ہوگا، یعنی تمہارے جسم، تمہاری کمسنی اور اُٹھتی ہوئی جوانی سے زیادہ سے فائدہ اٹھائیں ـــــ ہر طرح پر "ہم خرما و ہم ثواب" ہونیوالا یہ گروہ تمہیں کسی سیٹھ کی لب ساحل کوٹھی پر ایک دن کھینچ لے جانے میں ضرور کامیاب ہو جائیگا ـــــ! اور پھر وہاں پہنچ کر تم وہ سب کچھ دیکھ لو گی جو ان "فلم" کے سفید پردوں کے پیچھے ہوتا تو ہمیشہ رہتا ہے لیکن ہر ایک کو نظر نہیں آتا ـــــ
مُنہ بنا کر سیٹھ جی کہیں گے ـــــ!
"تم گانا جانتے کو سکتا ہے" کاہے کو! شرماتی کاہے کو ہے!" اپن تو دھندہ ہی ایسا ہے ـــــ خیر سناؤ، مگر جب تم گھبرائے ہوئے انداز میں گانا شروع کرو گی تو سگرٹ کے لچھے دار دھوئیں تمہارے حلق میں جا کر اُلجھ جائینگے ـــــ اور تم یکایک کھانس کر چپ ہو جاؤ گی

۔ وہ کہے گا ___!

اچھا ___ اچھا ___ جانے دو! میوزک تو، بیک گراؤنڈ، سے بھی آجائیگی۔ ہاں اب ___!

گویا کہ اس کے بعد مطلب کی باتیں شروع ہو جائینگی ___ یہی کچھ ہنسی مذاق ___ کچھ بے محابا قہقہے ___ کچھ معنی خیز مسکراہٹیں! اگر تم اس امتحان میں بھی کامیاب اُتر گئیں تو پھر کسی دوسرے وقت، ٹرائیل، کے لئے تمہیں یاد کیا جائیگا ___ "اسٹڈیو" میں نہیں ٹرائیل پہلے تو گھر پر لیا جاتا ہے، تب کہیں جا کر.....

.........___!

اگر ان تمام امتحانات میں تم کامیاب ہو گئیں۔ تو، انڈسٹری، کے دوسرے کل پرزے تمہاری جانچ پڑتال شروع کریں گے! سب سے پہلے تو ڈائریکٹر ___! جو تمہارے جسم کے ہر حصّے کو نہایت آزادی کے ساتھ ٹٹول کر یہ رائے دیگا کہ آیا یہ جانور ذبیحہ کے قابل ہے بھی یا نہیں! سارے بدن کے ایک ایک رونگٹے کو دیکھکر، اسٹیج بیوٹی، اور میک اپ، کی مشکلات پر غور کرے گا۔ اور اس کے لئے بھی تمہیں ایک اچھی خاصی قیمت ادا کرنا پڑے گی۔ بصورتِ نقد

نہیں بلکہ ـــــ!
یہاں تک کہ کیمرہ مین سے لیکر ہر چھوٹا بڑا ۔
" آرٹسٹ "، تمہارے حسن و جمال کو للچائی ہوئی نگاہوں
سے دیکھتے ہی کی کوشش نہ کرے گا بلکہ بڑی طرح
تمہاری " توجہات " کا مرکز بن جانے کے لئے بےچین نظر
آئیگا ـ تمہیں اپنا بنا لینے یا خود تمہارا بن جانے کے
لئے بیقرار نظر آئیگا ـــ اور ان تمام راستوں سے گذرتی
ہوئے یقین نہیں آتا کہ تم اپنے اس " پرن " پر قائم
رہ سکو کہ یہ جسم جس میں پاپی زاہد کا ہاتھ لگ چکا ہے اس
بیوفائی کے بعد بھی کسی کا نہیں ہو سکتا!
یہ " آتما " جس میں زاہد کی محبت گھر کر چکی ہے ـ
اب کسی دوسرے کی آشاؤں کا " مندر " نہیں بن سکتی
چاہے ساری زندگی یوں ہی بیت جائے ـــ!
لیکن خدانخواستہ اگر کہیں بمبئی کے " موالیوں "
یا " داداؤں " کے ہتھے چڑھ گئیں تو یقین مانو تمہارے
تمام منصوبے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاک میں مل جائینگے
نہ رہیگا بانس نہ بجے گی بانسری " زیادہ سے زیادہ
اگر تم کھلے بندوں " فارس روڈ " میں نہ بٹھا لی گئیں
تب بھی کسی عالیشان بلڈنگ میں ایک خوشنما " فلیٹ "

لیکن یہ لوگ تمہیں روپیہ کمانے کی مشین کے طریقے پر استعمال کریں گے اور تم اُف بھی نہ کر سکو گی ــــ

بمبئی ۔ تمہیں کیا معلوم کیسی جگہ ہے ــــ انسانوں کا ایک ایسا ٹھاٹھیں مارتا ہوا جاندار سمندر ہے یہ شہر! جہاں عرش سے فرش اور زمین سے آسمان تک آدمی ہی آدمی نظر آتے ہیں ــــ سیاہ کاریوں کا ایک ایسا بحر بیکراں جہاں دن اور رات میں کوئی فرق ہی محسوس نہیں کیا جا سکتا! "خون" کی اتنی ارزانی یہاں ہے جتنی پر شور سمندری پانی کی ناقدری ــــ! اور "پاپ" یہاں "پاپ" کے کوئی ہجے بھی نہیں جانتا ۔ معنی جاننا تو بہت بڑی بات! عورت! بمبئی کی تصوراتی اور عملی دنیا میں ایک بالکل بے قیمت جنس! جس کی "نسوانیت" نظاروں کی کثرت سے مسخ ہو کر ایک گوشت کے لوتھڑے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی!

بے حجاب اور عریاں مناظر کی فراوانیوں نے یہاں کی عورت کو "نسوانیت" سے اتنا الگ کر دیا ہے جتنا کہ مشرق مغرب سے علیحدہ ہے ــــ یا جناح سے گاندھی ــــ!!

پھر تم ہی بتاؤ تمہارے یہ گھبرائے ہوئے منصوبے

کتنی ناعاقبت اندیشی پر مبنی ہیں اور بمبئی جانے کے ارادے۔ ہراکری، کرنے سے کسی طرح کم نہیں۔ ما گاندھی جی نے تو ایک۔ ہمالیائی غلطی، کا ارتکاب کرتے ہی اعتراف کر لیا تھا۔ مگر تم کئی۔ ہمالیائی غلطیاں کر کے بھی توبہ نہیں کرتیں——! پچھتانے کے بعد دوبارہ پچھتاوے کیلئے تیار رہو رہی ہو——!

اگر ساری دنیا کے کہنے کو ٹھکرا کر تم عشق کی آگ پھاند پڑی تھیں تو اب غم فراق کی آتشباریوں سے کیوں گھبراتی ہو، جب پہلے دنیا کے کہنے پر کان نہیں دھرے اب یہ شکوے بالکل بیکار ہیں کہ زاہد نے بیوفائی کی—— دغا کی——! دھوکا دیا——فریب کیا! چھوڑو بھی ان فرسودہ کہانیوں کو اب صرف یہ سوچو کہ تم آئندہ کیا کرو گی——؟

اچھا! اب اجازت دو رات زیادہ ہو گئی۔

تھوڑی دیر کیلئے سونا بھی تو ہے ابھی——!

اچھا........——!

---

ختم شد